بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مضمون: اسلام میں جہاد، جنگ اور امن

مصنف: ابو آمنہ الیاس

یہ مضمون (Jihad, War and Peace in Islam) چیٹ جی پی ٹی کے ذریعے انگریزی سے اردو زبان میں منتقل کیا گیا ہے ۔

https://www.abuaminaelias.com/jihad-war-peace-in-islam/

اسلام میں جہاد، جنگ، اور امن

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

جہاد اسلام میں ایک وسیع مفہوم
رکھتا ہے، جو اللّٰہ کے لیے ہر قسم کی
جدوجہد کو شامل کرتا ہے، چاہے وہ
عبادت میں ہو، صدقہ و خیرات میں، یا
دل کی پاکیزگی میں۔ شرعی اصطلاح
میں جہاد سے مراد عادلانہ جنگ کے
اصول و ضوابط ہیں۔ اسے مقدس جنگ
کے طور پر ترجمہ کرنا درست نہیں،

کیونکہ کسی بھی مسلم عالم نے اسے
اس طرح بیان نہیں کیا۔

جنگ بذات خود کبھی مقدس نہیں
ہوتی۔ یہ یا تو کسی ناگزیر ضرورت کی
بنا پر جائز ہوتی ہے، یا ظلم کے طور پر
ناجائز۔ اس کے برعکس، اسلام میں
عادلانہ جنگ کا مقصد ہی امن ہے، اور
امن اسلام کی تعلیمات میں ایک بنیادی
قدر کے طور پر ہر جگہ موجود ہے۔

امام ابن القیم رحمہ اللّٰہ نے جہاد کو چار اقسام میں تقسیم کیا ہے:

جِهَادِ النَّفْس، جِهَادِ الشَّيْطَان، جِهَادِ الكُفَّار، جِهَادِ المُنَافِقِين

یعنی(نفس کے خلاف جہاد، شیطان) کے خلاف جہاد، کفار کے خلاف جہاد، اور منافقین کے خلاف جہاد.

حوالہ: زاد المعاد - ۳/۹

پہلی دو اقسام، یعنی نفس اور شیطان کے خلاف جہاد، انسان کے اندر موجود بری خواہشات اور شیطانی وسوسوں کے خلاف روحانی جدوجہد ہے، جن میں کسی قسم کی جنگ یا تشدد شامل نہیں ہوتا۔ حتیٰ کہ منافقین کے خلاف جہاد بھی اکثر اوقات تلوار کے بجائے ان کی اسلام میں تحریفات کا علمی رد ہوتا ہے۔

غیر عسکری جہاد

قرآن، سنت، سلف صالحین کے اقوال، اور جلیل القدر علما کے بیانات اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ جہاد کی بہت سی اقسام ایسی ہیں جن کا تعلق فوجی خدمات سے نہیں ہوتا، بلکہ اکثر روحانی پاکیزگی کے ذاتی جہاد کو دشمن قوموں کے خلاف جنگ پر فوقیت دی جاتی ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کو صراحت کے ساتھ سکھایا کہ اللّٰہ کے راستے میں ہر قسم کی کوشش جہاد کے زمرے میں آتی ہے، لیکن جو کوشش دنیاوی مال و متاع کی لالچ میں ہو، وہ "شیطان کا راستہ" ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک نوجوان آیا۔ جب ہم نے اسے دیکھا، تو ہم نے کہا: "کاش یہ نوجوان اپنی جوانی اور قوت اللّٰہ کے راستے

میں لگا دیتا!" نبی ﷺ نے ہماری بات سنی، اور فرمایا:

وَمَا سَبِيلُ اللَّهِ إِلا مَنْ قَتَلَ مَنْ سَعَى عَلَى وَالِدَيْهِ فَفِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَمَنْ سَعَى عَلَى عِيَالِهِ فَفِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَمَنْ سَعَى عَلَى نَفْسِهِ لِيُعِفَّهَا فَفِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَمَنْ سَعَى عَلَى التَّكَاثُرِ فَهُوَ فِي سَبِيلِ الشَّيْطَانِ

" کیا اللہ کا راستہ صرف قتال (جنگ) ہی ہے؟ جو اپنے والدین کی کفالت کے لیے کوشش کرتا ہے وہ اللہ کے راستے

میں ہے، جو اپنے اہل و عیال کے لیے
محنت کرتا ہے وہ اللہ کے راستے میں
ہے، جو اپنے آپ کو پاکدامن رکھنے کے
لیے محنت کرتا ہے وہ اللہ کے راستے
میں ہے، اور جو مال و دولت کی زیادتی
کے لیے دوڑ دھوپ کرتا ہے، وہ شیطان
کے راستے میں ہے".

حوالہ: السنن الکبری للبیهقي **17824**،

درجہ: جید

نفس (انا) کے خلاف جہاد، یعنی جہاد بالنفس، ایک "فردی فرض" (فرض العین) ہے، جبکہ جنگی خدمت "اجتماعی فرض" (فرض الکفایة) ہے، اگرچہ مسلمانوں کو حملہ آوروں اور ظالموں سے بچانے کی فوری ضرورت ہو۔ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ ہر وقت، چاہے میدان جنگ میں ہو یا نہ ہو، اپنے نفس کی برائیوں کو روکنے کی کوشش کرے۔

فَضَالَةُ بْنُ عُبَيْدٍ رضي الله عنه سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

الْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَه

" مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے۔"

المصدر: سنن الترمذي - 1621

درجہ: صحیح

ابو ہریرہ رضي الله عنه سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَيْسَ الشَّدِيدُ مَنْ غَلَبَ النَّاسَ وَلَكِنَّ الشَّدِيدَ مَنْ غَلَبَ نَفْسَه

" طاقتور وہ نہیں جو لوگوں کو زیر کرے، بلکہ طاقتور وہ ہے جو اپنے نفس کو زیر کرے".

المصدر: صحیح ابن حبان - 717

درجہ: صحیح

امام ابن عبد البر رحمہ اللہ نے فرمایا:

وَفِي هَذَا دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ مُجَاهَدَةَ النَّفْسِ أَصْعَبُ مَرَامًا وَأَفْضَلُ مِنْ مُجَاهَدَةِ الْعَدُو

" اس میں دلیل ہے کہ نفس سے جہاد دشمن سے جہاد سے زیادہ مشکل اور افضل ہے-"

المصدر: التمهيد - 6/323

بیشک بندہ اللہ کے راستے میں جہاد کرتا ہے، جیسا کہ اس کا حق ہے، بغیر

اس کے کہ وہ کبھی تلوار سے کسی چیز پر ضرب لگائے.

المصدر: تفسير ابن أبي حاتم - 29:6

اور حسن البصري رحمہ اللہ نے فرمایا:

لَيْسَ عَدُوُّكَ الَّذِي إِنْ قَتَلْتَهُ اسْتَرَحْتَ مِنْهُ وَلَكِنَّ عَدُوَّكَ نَفْسُكَ الَّتِي بَيْنَ جَنْبَيْكَ

" تمہارا دشمن وہ نہیں ہے جسے قتل کرنے کے بعد تمہیں اس سے راحت مل جائے، بلکہ تمہارا حقیقی دشمن تمہارا

اپنا نفس ہے جو تمہارے پہلوؤں کے درمیان ہے"۔

امام الطبري رحمہ اللہ نے فرمایا:

هُوَ جِهَادُ أَعْدَى الأَعْدَاءِ لِلمَرْءِ وَذَلِكَ لاَ شَكَّ أَعْظَمُ أَجْرًا عِنْدَ اللّهِ مِنْ جِهَادِ أَهْلِ الشِّرْكِ

"یہ انسان کے سب سے بڑے دشمن کے خلاف جہاد ہے، اور بلا شک و شبہ یہ

اللہ کے نزدیک مشرکوں کے خلاف جہاد سے زیادہ اجر والا ہے-"

المصدر: تهذيب الآثار مسند عمر 2/812

امام ابن الجوزي رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

تأملت جهاد النفس فرأيته أعظم الجهاد ورأيت خلقًا من العلماء والزهاد لا يفهمون معناه لأن فيهم من منعها حظوظها على الإطلاق

" میں نے نفس کے خلاف جہاد پر غور کیا تو اسے سب سے عظیم جہاد پایا، اور میں نے علمائے دین اور زاہدین کی ایک جماعت دیکھی جو اس کے معنی کو نہیں سمجھتے، کیونکہ ان میں سے بعض نے نفس کو ہر طرح کی جائز لذت سے بھی محروم کر دیا."

المصدر: صید الخاطر - 1/80

روحانی جہاد جسمانی جہاد سے زیادہ اہم ہے کیونکہ انسان کے لیے ضروری ہے

کہ وہ میدان جنگ میں اسلام کا دفاع کرنے سے پہلے خود اس کے ایمان پر مبنی اخلاقی اصولوں کو سمجھے اور ان پر عمل کرے۔ آخر تم اسلام کے لیے کیسے لڑ سکتے ہو جب تم خود اسے نہ سمجھتے ہو اور نہ اس پر عمل کرتے ہو؟

امام ابن القیم رحمہ اللّٰہ لکھتے ہیں:

كانَ جِهَادُ النَّفْسِ مُقَدَّمًا عَلَى جِهَادِ العَدُوِّ فِي الخَارِجِ وَأَصْلاً لَهُ فَإِنَّهُ مَا لَمْ يُجَاهِدْ

نَفْسَهُ أَوَّلاً لِتَفْعَلَ مَا أُمِرَتْ بِهِ وَتَتْرُكَ مَا نُهِيَتْ عَنْهُ وَيُحَارِبُهَا فِي اللّٰهِ لَمْ يُمْكِنْهُ جِهَادُ عَدُوِّهِ فِي الخَارِجِ فَكَيْفَ يُمْكِنُهُ جِهَادُ عَدُوِّهِ وَالاِنْتِصَافُ مِنْهُ وَعَدُوُّهُ الَذِي بَيْنَ جَنْبَيْهِ قَاهِرٌ لَهُ مُتَسَلِّطٌ عَلَيْهِ لَمْ يُجَاهِدْهُ وَلَمْ يُحَارِبْهُ فِي اللّٰهِ بَلْ لاَ يُمْكِنُهُ الخُرُوجُ إِلَى عَدُوِّهِ حَتّى يُجَاهِدَ نَفْسَهُ عَلَى الخُرُوجِ

" نفس کے خلاف جہاد، بیرونی دشمن کے خلاف جہاد سے پہلے آتا ہے اور اسی کی بنیاد ہے، کیونکہ جب تک انسان پہلے

اپنے نفس کے ساتھ جہاد نہ کرے کہ
جو اس پر فرض کیا گیا ہے اسے بجا
لائے اور جن سے منع کیا گیا ہے ان سے
بچے، اور اللّٰہ کے لیے اس کے خلاف
جنگ کرے، تب تک وہ بیرونی دشمن کے
خلاف جہاد نہیں کر سکتا۔ تو وہ اپنے
دشمن کے خلاف کیسے جہاد کرے اور
اس سے انصاف لے جب کہ اس کا
اندرونی دشمن اس پر غالب ہو اور
مسلط ہو، اور اس نے اس کے خلاف
جہاد نہ کیا ہو اور نہ اللّٰہ کے لیے اس

سے جنگ کی ہو؟ بلکہ وہ اپنے بیرونی دشمن کے خلاف نکل ہی نہیں سکتا جب تک وہ پہلے اپنے نفس کے خلاف جہاد نہ کرے۔"

المصدر: زاد المعاد - 3/6

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللّٰہ اس اصول کی تصدیق کرتے ہیں:

جِهَادُ النَّفْسِ وَالهَوَى أَصْلُ جِهَادِ الكُفَّارِ وَالمُنَافِقِينَ فَإِنَّهُ لاَ يَقْدِرُ عَلَى جِهَادِهِمْ

حَتَّى يُجَاهِدَ نُفْسَهُ وَهَوَاهُ أَوَّلاً حَتَّى يَخْرُجَ إِلَيْهِم

" نفس اور خواہشات کے خلاف جہاد کفار اور منافقین کے خلاف جہاد کی بنیاد ہے، کیونکہ انسان ان کے خلاف جہاد نہیں کر سکتا جب تک وہ پہلے اپنے نفس اور خواہشات کے خلاف جہاد نہ کرے، یہاں تک کہ وہ ان کے مقابلے کے لیے نکل سکے۔"

المصدر: روضة المحبين - 1/478

اسی وجہ سے بعض علماء نے روحانی جہاد کو "بڑا جہاد" (الجهاد الأكبر) اور جسمانی جہاد کو "چھوٹا جہاد" (الجهاد الأصغر) قرار دیا۔ وہ روحانی جہاد کو "مُجَاهَدَة" کے نام سے یاد کرتے تاکہ اسے جنگی جہاد سے الگ پہچانا جا سکے۔

مدینہ کے ابتدائی عالم، ابراہیم بن أبي علقمہ رحمہ اللہ جب ان کے لوگ میدان جنگ سے واپس آتے تو فرمایا کرتے:

جَاءُوا مِنَ الْغَزْوِ قَدْ جِئْتُمْ مِنَ الْجِهَادِ الأَصْغَرِ فَمَا فَعَلْتُمْ فِي الْجِهَادِ الأَكْبَرِ

" تم غزوے سے واپس آئے ہو، تم چھوٹے جہاد سے لوٹے ہو۔ تو بڑے جہاد میں تم نے کیا کیا؟"

لوگ پوچھتے، "بڑا جهاد کیا ہے؟" تو ابراہیم رحمہ اللہ فرماتے:

جِهَادُ القَلب

"دل کا جہاد".

امام ابن رجب رحمہ اللہ نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا:

وَهَذَا فِي جِهَادِ العَدُوِّ الظَّاهِرِ وَهُوَ جِهَادُ الكُفَّارِ وَكَذَلِكَ جِهَادُ العَدُوِّ البَاطِنِ هُوَ

جِهَادُ النَّفْسِ وَالهَوَى فَإِنَّ جِهَادَهُمَا مِنْ أَعْظَمِ الجِهَاد

"یہ جہاد ظاہری دشمن کے خلاف ہے، یعنی کفار کے خلاف جہاد۔ اسی طرح باطنی دشمن کے خلاف جہاد بھی ہے، یعنی نفس اور خواہشات کے خلاف جہاد۔ یقیناً ان دونوں کا جہاد سب سے عظیم جہاد میں شمار ہوتا ہے۔"

المصدر: جامع العلوم والحکم - 1/489

اسی طرح کی ایک روایت کو امام بیہقی رحمہ اللہ نے براہ راست نبی کریم ﷺ سے منسوب کیا ہے، اگرچہ انہوں نے اس کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔ غالباً ابراہیم بن أبي علقمہ کا قول بعد کے راویوں نے حدیث سمجھ کر نقل کر دیا۔ بعض علماء فطری طور پر اس ضعیف حدیث پر محتاط ہیں، کیونکہ وہ ظلم کے خلاف عسکری قوت کی اہمیت کو کم نہیں کرنا چاہتے۔

تاہم روحانی جہاد کی فوقیت سنت، سلف صالحین کے اقوال، اور ان جلیل القدر علماء کے اقوال سے ثابت ہے جنہوں نے "جہادِ اکبر" والی ضعیف حدیث کو قبول نہیں کیا۔

ابو درداء رضي الله عنه سے روایت ہے:
نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

أَلاَ أُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرِ أَعْمَالِكُمْ وَأَزْكَاهَا عِنْدَ مَلِيكِكُمْ وَأَرْفَعِهَا فِي دَرَجَاتِكُمْ وَخَيْرٌ لَكُمْ مِنْ إِنْفَاقِ الذَّهَبِ وَالْوَرِقِ وَخَيْرٌ لَكُمْ مِنْ

أَنْ تَلقَوْا عَدُوَّكُمْ فَتَضْرِبُوا أَعْنَاقَهُمْ وَيَضْرِبُوا أَعْنَاقَكُمْ؟

" کیا میں تمہیں تمہارے بہترین اعمال نہ بتاؤں؟ جو تمہارے رب کے نزدیک سب سے پاکیزہ ہیں، تمہارے درجے سب سے بلند کرنے والے ہیں، اور تمہارے لیے سونا چاندی خرچ کرنے سے بہتر ہیں، اور اس سے بھی بہتر ہیں کہ تم دشمن سے ملو، تو تم ان کی گردنیں کاٹو اور وہ تمہاری گردنیں کاٹیں؟"

صحابہ نے عرض کیا: "کیوں نہیں!"

نبی ﷺ نے فرمایا:

ذِكْرُ اللّٰهِ تَعَالٰى

"اللّٰہ تعالیٰ کا ذکر"۔

المصدر: سنن الترمذي - 3377

درجہ: صحیح

عبداللّٰہ بن مسعود رضي الله عنه نے

فرمایا:

لأَنْ أُسَبِّحَ تَسْبِيحَاتٍ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أُنْفِقَ عَدَدَهُنَّ دَنَانِيرَ فِي سَبِيلِ الله

" کہ میں چند بار تسبیح کہہ لوں، یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں اتنی ہی تعداد میں دینار اللّٰہ کے راستے میں خرچ کروں."

المصدر: شعب الإيمان للبيهقي - 659

عبداللّٰہ بن عمرو رضي الله عنه سے پوچھا گیا: "آپ جہاد اور غزوات کے

بارے میں کیا کہتے ہیں؟" تو انہوں نے فرمایا:

ابْدَأْ بِنَفْسِكَ فَجَاهِدْهَا وَابْدَأْ بِنَفْسِكَ فَاغْزُهَا

"اپنے نفس سے شروع کرو اور اس کے ساتھ جہاد کرو، اپنے نفس سے شروع کرو اور اس پر غزوہ کرو".

المصدر: محاسبة النفس - 62

خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہؒ، جو خود لشکروں کے امیر رہ چکے تھے، فرمایا کرتے:

أَفْضَلُ الْجِهَادِ جِهَادُ الْهَوَى

"سب سے افضل جہاد خواہشاتِ نفس کے خلاف جہاد ہے."

المصدر: الآداب الشرعية 3/131

سفیان الثوری رحمہ اللہ نے فرمایا:

أَشْجَعُ النَّاسِ أَشَدُّهُمْ مِنْ الهَوَى امْتِنَاعًا

سب سے زیادہ بہادر وہ لوگ ہیں جو "
اپنی خواہشات کو سب سے زیادہ روکنے
والے ہوتے ہیں-"

المصدر: الآداب الشرعية 3/131

حسن بصری رحمہ اللہ سے پوچھا گیا:
"کون سا جہاد افضل ہے؟" تو انہوں نے
فرمایا:

جِهَادُكَ هَوَاكَ

" تیرا جہاد تیرے نفس کی خواہشات کے خلاف ہے۔"

المصدر: روضة المحبين 1/478

اور حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا:

إِنَّ العَبْدَ لَيُجَاهِدُ فِي اللَهِ حَقَّ جِهَادِهِ وَمَا ضَرَبَ بِسَيْفٍ

" بیشک بندہ اللہ کے راستے میں حق جہاد کرتا ہے، اور وہ کبھی تلوار سے ضرب نہیں لگاتا".

29:6 المصدر: تفسير ابن أبي حاتم

اور حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا:

لَيْسَ عَدُوُّكَ الَّذِي إِنْ قَتَلْتَهُ اسْتَرَحْتَ مِنْهُ وَلَكِنَّ عَدُوَّكَ نَفْسُكَ الَّتِي بَيْنَ جَنْبَيْك

" تیرا دشمن وہ نہیں کہ جسے قتل کر کے تو اس سے راحت پا جائے، بلکہ تیرا

حقیقی دشمن تیرا نفس ہے جو تیرے
"-پہلوؤں کے درمیان ہے

:امام الطبري رحمہ اللّٰہ نے فرمایا

هُوَ جِهَادُ أَعْدَى الأَعْدَاءِ لِلمَرْءِ وَذَلِكَ لاَ
شَكَّ أَعْظَمُ أَجْرًا عِنْدَ اللَّهِ مِنْ جِهَادِ أَهْلِ
الشِّرْكِ

" یہ انسان کے سب سے بڑے دشمن کے
خلاف جہاد ہے، اور اس میں کوئی شک

نہیں کہ اللّٰہ کے نزدیک مشرکوں کے خلاف جہاد سے زیادہ اجر والا ہے-"

المصدر: تهذيب الآثار مسند عمر 2/812

امام ابن الجوزي رحمہ اللّٰہ لکھتے ہیں:

تأملت جهاد النفس فرأيته أعظم الجهاد ورأيت خلقًا من العلماء والزهاد لا يفهمون معناه لأن فيهم من منعها حظوظها على الإطلاق

" میں نے نفس کے خلاف جہاد پر غور کیا تو اسے سب سے عظیم جہاد پایا، اور میں نے علما اور زاہدین کی ایک جماعت دیکھی جو اس کے معنی کو نہیں سمجھتے، کیونکہ ان میں بعض نے اپنے نفس کو ہر طرح کی جائز نعمت سے بھی مکمل طور پر روک رکھا ہے۔"

المصدر: صيد الخاطر **1/80**

چونکہ اخلاقی اور روحانی تربیت جنگ میں شریک ہونے سے پہلے ضروری ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو حکم دیا کہ کچھ علماء میدانِ جنگ سے پیچھے رہیں اور اسلام کی اقدار کو محفوظ رکھیں.

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا كَانَ ٱلْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا۟ كَآفَّةً ۚ فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا۟ فِى

ٱلدِّينِ وَلِيُنذِرُوا۟ قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوٓا۟ إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ

" اور اہلِ ایمان کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ سب کے سب (ایک ساتھ) نکل کھڑے ہوں، تو ایسا کیوں نہ ہوا کہ ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے تاکہ وہ دین کی سمجھ حاصل کرے، اور اپنی قوم کو (جہاد سے) واپسی پر نصیحت کرے تاکہ وہ (برے انجام سے) بچ جائیں۔"

9:122 سورة التوبہ

جنگ کے دھوئیں اور انتشار میں لوگ جذباتی، خوفزدہ یا غصے سے مغلوب ہو جاتے ہیں، یہاں تک کہ مسلمان کبھی کبھار جنگ کے مقاصد اور اس کے قوانین سے تجاوز کر بیٹھتے ہیں، خاص طور پر جب وہ اسلامی احکامِ جہاد سے ناواقف ہوں۔

اسی لیے علماء، مبلغین، اور معلمین پر بھاری ذمہ داری ہے کہ وہ مسلم

مجاہدین کو اسلام کی اخلاقی اقدار، جنگ کے جواز کی شرائط، حدود و ضوابط، اور انتقامی خواہشات و خونریزی کی لذت سے باز رہنے کی تعلیم دیں۔

روحانی جہاد کے علاوہ اور بھی کئی اعمال جہاد کے زمرے میں آتے ہیں، جن میں جنگ شامل نہیں ہوتی، جیسے صدقہ دینا، مساجد تعمیر کرنا، اور حکمرانوں کے سامنے حق بات کہنا۔ یہ اعمال بھی "جہاد" کہلاتے ہیں کیونکہ

ان میں محنت اور بعض اوقات خطرات شامل ہوتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضي الله عنها سے روایت ہے، انہوں نے کہا: میں نے عرض کیا، "یا رسول اللّٰہ! کیا عورتوں پر بھی جہاد فرض ہے؟" نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

نَعَمْ عَلَيْهِنَّ جِهَادٌ لاَ قِتَالَ فِيهِ الْحَجُّ وَالْعُمْرَةُ

ہاں، ان پر ایسا جہاد فرض ہے جس "
"-میں قتال نہیں، یعنی حج اور عمرہ

2901 المصدر: سنن ابن ماجه

درجہ: صحیح

ابو ہریرہ رضي الله عنه سے روایت ہے:

:رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

السَّاعِي عَلَى الأَرْمَلَةِ وَالمِسْكِينِ كالمُجَاهِدِ

فِي سَبِيلِ اللَّه

" بیوہ اور مسکین کی خدمت میں
کوشش کرنے والا اللہ کے راستے میں
جہاد کرنے والے کے مانند ہے-"

المصدر: صحيح البخاري **5353**

درجہ: متفق عليه

ابو ہریرہ رضي الله عنه سے روایت ہے:
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ دَخَلَ مَسْجِدَنَا هَذَا لِيَتَعَلَّمَ خَيْرًا أَوْ
يُعَلِّمَهُ كانَ كالمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

" جو شخص ہمارے اس مسجد میں اس لیے داخل ہو کہ وہ بھلائی سیکھے یا سکھائے، وہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کے مانند ہے".

87 المصدر: صحيح ابن حبان

درجہ: حسن

عبداللہ بن عباس رضي الله عنهما نے فرمایا:

أَفْضَلُ الجِهَادِ مَنْ بَنَى مَسْجِدًا يُعَلِّمُ فِيهِ الْقُرْآنَ وَالفِقْهَ وَالسُّنَّةَ

" سب سے افضل جہاد یہ ہے کہ کوئی شخص مسجد تعمیر کرے جس میں قرآن، فقہ، اور سنت کی تعلیم دی جائے-"

المصدر: تفسير القرطبي 9:122

ابو سعید خدری رضي الله عنه سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ مِنْ أَعْظَمِ الجِهَادِ كَلِمَةَ عَدْلٍ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ

" بے شک سب سے عظیم جہادوں میں سے ایک ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا ہے."

2174 المصدر: سنن الترمذي

درجہ: صحیح

یہ تمام نصوص اسلامی اخلاقی اور روحانی تعلیمات کے زاویے سے مختلف

اقسام کے جہاد کو بیان کرتی ہیں، لیکن
فقہی اصطلاح میں "جہاد" عموماً اس
جنگ کو کہا جاتا ہے جو اسلام کے دفاع
اور ان کافروں کے خلاف لڑی جاتی ہے
جو مسلمانوں پر ظلم و ستم ڈھاتے ہیں۔

الجهاد کحرب عادلة

جنگ کے طور پر "جہاد" کا بنیادی
مقصد مسلم ممالک کی سلامتی کا

تحفظ، بیرونِ ملک مظلوم مسلمانوں کو بچانا، اور ان ظالم حکمرانوں کو ہٹانا ہے جو اسلام کی پرامن تعلیم پر عمل کرنے سے روکتے ہیں۔ یہ نہ تو کسی پر مذہب تھوپنے کا ذریعہ ہے اور نہ ہی جبری تبدیلیٔ مذہب کا، اور نہ ہی محض سیاسی، نظریاتی یا دنیاوی فائدے کے لیے استعمال ہونے والا ہتھیار۔

نبی کریم ﷺ کو وحی سب سے پہلے مکہ میں نازل ہوئی اور آپ ﷺ نے مکہ والوں کو **13** برس تک پرامن طور پر

اسلام کی دعوت دی، یہاں تک کہ ظلم و ستم اپنی انتہا کو پہنچ گیا اور آپ ﷺ کو اپنے ساتھیوں سمیت یثرب (جو بعد میں مدینہ کہلایا) ہجرت پر مجبور ہونا پڑا۔ اس ہجرت نے آپ ﷺ کی دعوت کے نئے "مدنی مرحلے" کا آغاز کیا، جس میں ایسی آیات نازل ہوئیں جو پہلے جہاد کی اجازت اور پھر اس کا حکم دیتی تھیں۔

مکہ سے ہجرت کے باوجود قریش کے سرداروں نے مدینہ میں قائم ہونے والی

نئی دینی جماعت کو ختم کرنے کا عزم کر لیا۔ انہوں نے نبی ﷺ کے نئے حمایتیوں کو دھمکی آمیز خط لکھا:

إِنَّكُمْ آوَيْتُمْ صَاحِبَنَا وَإِنَّا نُقْسِمُ بِاللَّهِ لَتُقَاتِلُنَّهُ أَوْ لَتُخْرِجُنَّهُ أَوْ لَنَسِيرَنَّ إِلَيْكُمْ بِأَجْمَعِنَا حَتَّى نَقْتُلَ مُقَاتِلَتَكُمْ وَنَسْتَبِيحَ نِسَاءَكُمْ

"تم نے ہمارے ساتھی کو پناہ دی ہے، اور ہم اللہ کی قسم کھاتے ہیں، یا تو تم اُس سے لڑو یا اُسے نکالو، ورنہ ہم تم پر

پورے زور سے حملہ کریں گے، تمہارے جنگجوؤں کو قتل کریں گے اور تمہاری عورتوں کو قیدی بنائیں گے".

المصدر: سنن أبي داود 3004

درجہ: صحیح

اسی تناظر میں اللہ تعالیٰ نے ان آیات کو نازل فرمایا جو مظلوموں کو اپنے دفاع میں لڑنے کی اجازت دیتی ہیں:

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَـٰتَلُونَ بِأَنَّهُمۡ ظُلِمُواْۚ وَإِنَّ ٱللَّهَ عَلَىٰ نَصۡرِهِمۡ لَقَدِيرٌ ۝ ٱلَّذِينَ أُخۡرِجُواْ مِن دِيَـٰرِهِم بِغَيۡرِ حَقٍّ إِلَّآ أَن يَقُولُواْ رَبُّنَا ٱللَّهُۗ ۝ وَلَوۡلَا دَفۡعُ ٱللَّهِ ٱلنَّاسَ بَعۡضَهُم بِبَعۡضٍ لَّهُدِّمَتۡ صَوَٲمِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَٲتٌ وَمَسَـٰجِدُ يُذۡكَرُ فِيهَا ٱسۡمُ ٱللَّهِ كَثِيرًاۗ وَلَيَنصُرَنَّ ٱللَّهُ مَن يَنصُرُهُ ۥۤۗ إِنَّ ٱللَّهَ لَقَوِىٌّ عَزِيز

" اجازت دی گئی اُن لوگوں کو (لڑنے کی) جن سے (ناحق) جنگ کی جا رہی ہے، کیونکہ وہ مظلوم ٹھہرائے گئے، اور یقیناً اللہ اُن کی مدد پر قادر ہے۔ وہ

لوگ جنہیں ناحق اپنے گھروں سے نکالا
گیا صرف اس وجہ سے کہ وہ کہتے
تھے: ہمارا رب اللّٰہ ہے۔ اور اگر اللّٰہ
بعض لوگوں کو بعض کے ذریعے نہ
روکتا تو خانقاہیں، گرجے، یہودیوں کے
عبادت خانے، اور وہ مساجد بھی ڈھائی
جا چکی ہوتیں جن میں اللّٰہ کا ذکر
کثرت سے کیا جاتا ہے۔ یقیناً اللّٰہ ضرور
اُس کی مدد کرتا ہے جو اس کی مدد
کرتا ہے، بیشک اللّٰہ طاقتور ہے، غالب
ہے۔"

سورة الحج 39-40

امام ابن کثیر اور بہت سے ابتدائی مسلم مفسرین کے نزدیک یہ آیت وہ پہلی آیت ہے جو جہاد (یعنی ظلم کے خلاف جنگ) کی اجازت دینے کے لیے نازل ہوئی:

وقال غير واحد من السلف هذه أول آية نزلت في الجهاد

" بہت سے سلف نے کہا کہ یہ جہاد کے بارے میں نازل ہونے والی پہلی آیت ہے-"

المصدر: تفسیر ابن کثیر **5/433**

قریش کی دھمکی کے پیشِ نظر، "عادلانہ جنگ" کا پہلا اصول یہ واضح ہوا کہ عمومی قاعدہ عدمِ جارحیت (non-aggression) ہے، لیکن اگر شدید ظلم ہو تو اس کے خلاف جوابی کاروائی جائز ہے.

اب مسلمانوں کو اجازت دے دی گئی کہ
وہ اپنے اوپر ہونے والے حملوں کا دفاع
کر سکیں، جبکہ پہلے ان کو صبر کا حکم
دیا گیا تھا۔ یہ آیت اس اصول کو بھی
قائم کرتی ہے کہ اگر کسی کو عبادت
کی جگہ میں ناحق ستایا جائے تو اُسے
اپنے دفاع کا حق حاصل ہے۔ ایسی
عبادت گاہیں "محفوظ مقامات"
سمجھی جاتی ہیں، جب تک کہ ان کے
مکین خود جنگ میں شریک نہ ہوں۔

خلیفہ راشد حضرت ابوبکر صدیق رضي الله عنه فرمایا کرتے تھے:

ِأَلَا لَا يُقْتَلُ الرَّاهِبُ فِي الصَّوْمَعَة

"خبردار! جو راہب اپنی عبادت گاہ (صومعہ) میں ہو، اُسے قتل نہ کیا جائے".

المصدر: مصنف ابن أبي شيبة 33127

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللّٰہ نے فرمایا:

فَالْجُمْهُورُ يَقُولُونَ لاَ يُقْتَلُ إلاَّ مَنْ كَانَ مِنْ الْمُعَاوِنِينَ لَهُمْ عَلَى الْقِتَالِ فِي الْجُمْلَةِ وَإِلاَّ كَانَ كَالنِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ

" جمہور علماء کا کہنا ہے کہ راہب کو جنگ میں نہیں مارا جائے گا، جب تک وہ قتال میں مددگار نہ ہو، ورنہ وہ عورتوں اور بچوں کی طرح محفوظ ہے-"

المصدر: مجموع الفتاوى 28/660

جب قریش نے بدر اور احد جیسی جنگوں میں نبی ﷺ کو قتل کرنے اور مسلمانوں کو مٹانے کی کوشش کی، تو ایک اور آیت نازل ہوئی جس میں دفاعی جنگ کا حکم دیا گیا، ساتھ ہی عدمِ جارحیت کا اصول بھی دہرا دیا گیا:

وَقَـٰتِلُوا۟ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ ٱلَّذِينَ يُقَـٰتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوٓا۟ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُحِبُّ ٱلْمُعْتَدِينَ

"جو تم سے لڑیں، تم بھی اللہ کی راہ میں ان سے لڑو، مگر زیادتی نہ کرو۔ بے شک اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

2:190 سورة البقرة

حضرت عبداللہ بن عباس رضي الله عنهما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا:

وَلا تَعْتَدُوا يعني لا تَقْتُلُوا النِّسَاءَ وَالصِّبْيَانَ وَالشَّيْخَ الكَبِيرَ وَلا مَنْ أَلْقَى السَّلَمَ، وَكَفَّ يَدَهُ فَإِنْ فَعَلتُمْ هَذَا فَقَدِ اعْتَدَيْتُمْ

اور زیادتی نہ کرو" یعنی عورتوں، " بچوں، بوڑھوں اور اُن لوگوں کو قتل نہ کرو جو صلح کی پیشکش کریں یا جنگ سے ہاتھ روک لیں، اگر تم نے ایسا کیا تو تم نے زیادتی کی.

1/325 المصدر: تفسير ابن أبي حاتم

خلیفہ عادل عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللّٰہ نے قرآن میں مذکور محفوظ طبقات کو آج کے "سویلین" (عام شہریوں) کے مفہوم کے مطابق قرار دیا:

ذلك في النساءِ والذُّرِّيةِ ومن لمْ يَنْصِبْ لك الحربَ منهم

"یہ آیت عورتوں، بچوں، اور اُن لوگوں کے بارے میں ہے جو تمہارے خلاف جنگ نہ کریں"۔

المصدر: تفسير الطبري 3/290

:شیخ وھبہ الزحیلی رحمہ اللّٰہ نے فرمایا

ولا تعتدوا بالبدء بالقتال ولا بقتل المسالمين ولا بقتل غير المقاتلة من النساء والصبيان والعجزة والشيوخ ولا بتخريب الدور وقطع الأشجار وإحراق الزروع والثمار فإن الله يكره الاعتداء

" زیادتی یہ ہے کہ تم جنگ کی ابتداء کرو، پرامن لوگوں کو قتل کرو، یا ان

افراد کو قتل کرو جو جنگ میں شریک
نہیں جیسے عورتیں، بچے، ضعیف اور
بوڑھے، یا یہ کہ گھروں کو تباہ کرو،
درخت کاٹو، کھیتیاں اور پھل جلا دو،
"کیونکہ اللّٰہ زیادتی کو ناپسند کرتا ہے۔

المصدر: التفسیر المنیر 2/183

فَإِنِ ٱنتَهَوۡاْ فَإِنَّ ٱللَّهَ غَفُورٞ رَّحِيمٞ

" پھر اگر وہ باز آجائیں، تو بے شک اللّٰہ
"بڑا بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔

سورة البقرة 2:192

امام ابن عاشور رحمہ اللہ نے فرمایا:

أَيْ فَإِنِ انْتَهَوْا عَنْ قِتَالِكُمْ فَلاَ تَقْتُلُوهُمْ لِأَنَّ اللَّهَ غَفُور رَحِيم فينبغي أَنْ يَكُونَ الْغُفْرَانُ سُنَّةَ الْمُؤْمِنِين

" یعنی اگر وہ تم سے لڑنے سے باز آ جائیں تو تم انہیں قتل نہ کرو، کیونکہ اللہ بڑا بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے،

لہٰذا مؤمنین کا طریقہ معافی دینا ہونا چاہیے-"

المصدر: التحریر والتنویر 2/206

پھر اللّٰہ تعالیٰ دشمن کو اپنی رحمت یاد دلاتا ہے اگر وہ توبہ کریں:

فَإِنِ ٱنتَهَوْا۟ فَلَا عُدْوَٰنَ إِلَّا عَلَى ٱلظَّـٰلِمِينَ

" پھر اگر وہ باز آ جائیں، تو کسی پر زیادتی نہیں، سوائے ظالموں کے-"

2:194 سورة البقرة

زیادتی نہ کرو" کا اصول نہ صرف "
جنگ کے آغاز کو محدود کرتا ہے بلکہ
اس کے دوران کے رویے کو بھی۔ "اگر
وہ باز آ جائیں" کا مطلب یہ ہے کہ جب
جنگ بندی، معاہدہ صلح یا مصالحت ہو
جائے تو جنگ ختم کر دی جائے، کیونکہ
خونریزی سے بچنا زیادہ پسندیدہ ہے۔

صحابہ کرام اور سلف صالحین کے
اقوال اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ
یہ آیات آج بھی قابلِ عمل ہیں۔ ان آیات
کو بعد کی آیات سے منسوخ نہیں
سمجھا گیا، برخلاف بعض مفسرین کے
دعوے کے۔

امام طبری رحمہ اللہ نے فرمایا:

قالوا ولا شيْءَ نُسِخَ من حكمِ هذه الآيةِ

انہوں نے کہا: اس آیت کے حکم میں "
"سے کچھ بھی منسوخ نہیں ہوا.

3/290 المصدر: تفسير الطبري

امام ابن کثیر رحمہ اللّٰہ نے بھی اس کی
تائید کی کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہوئی:

وفي هذا نظر لأن قوله الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ
إنما هو تهييج وإغراء بالأعداء الذين
همتهم قتال الإسلام وأهله أي كما
يقاتلونكم فاقتلوهم أنتم ... أي لتكون

همتكم منبعثة على قتالهم، كما همتهم منبعثة على قتالكم وعلى إخراجهم من بلادهم التي أخرجوكم منها قصاصا

اس (نسخ ہونے) پر نظر ہے، کیونکہ " اللہ کا فرمان 'جو تم سے لڑیں' صرف ان دشمنوں کے خلاف ابھارنا ہے جو اسلام اور مسلمانوں سے لڑنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جیسے وہ تم سے لڑنے کے لیے پرعزم ہیں، تم بھی ان سے لڑنے کے لیے پرعزم ہو جاؤ، اور جیسے انہوں نے تمہیں تمہاری سرزمین

سے نکالا، تم بھی ان کو اسی طرح جواب دو".

المصدر: تفسير ابن كثير **1/387**

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی جمہور علماء کے اس مؤقف کی تائید کی:

قُلتُ هَذَا القَوْلُ يعني الآية ليست منسوخة هُوَ قَوْلُ جُمْهُورِ العُلَمَاء وَهُوَ مَذْهَبُ مَالِكٍ وأَحْمَدَ بن حَنْبَلٍ وَغَيرهِمْ

وَالقَوْلُ الأَوْلُ ضَعِيفٌ فَإِنَّ دَعْوَى النَّسْخَ يَحْتَاجُ إِلَى دَلِيلٍ وَلَيسَ فِي القُرْآنِ مَا يُنَاقِضُ هَذِهِ الآيَةَ

" میں کہتا ہوں: یہ قول کہ آیت منسوخ نہیں ہے، جمہور علماء کا قول ہے، اور یہی امام مالک، احمد بن حنبل اور دیگر کا مسلک ہے۔ پہلا قول (نسخ کا دعویٰ) کمزور ہے، کیونکہ نسخ کا دعویٰ دلیل چاہتا ہے، اور قرآن میں کوئی ایسی چیز نہیں جو اس آیت کے خلاف ہو۔"

المصدر: قاعدة مختصرة في قتال الكفار 1/101

مصالحت کی خواہش اور زیادتی سے خبردار کرنا نبی کریم ﷺ کی تلواروں پر کندہ تھا، تاکہ جب بھی آپ ﷺ کو ان دشمنوں سے جنگ پر مجبور کیا جائے جو آپ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کو قتل کرنا چاہتے تھے، تو یہ پیغام ہمیشہ آپ کے سامنے رہے.

علی بن ابی طالبؓ سے روایت ہے: جب
نبی کریم ﷺ کے اسلحہ کو جمع کیا
گیا، تو میں نے آپ کی تلوار کے دستے یا
دھار پر تین عبارتیں لکھی ہوئیں پائیں:

صِلْ مَنْ قَطَعَكَ وَقُلِ الحَقَّ وَلَوْ عَلَى
نَفْسِكَ وَأَحْسِنْ إِلَى مَنْ أَسَاءَ إِلَيْك

اس سے تعلق جوڑو جس نے تم سے
تعلق توڑا ہو، سچ کہو چاہے وہ تمہارے
اپنے خلاف ہو، اور اس کے ساتھ بھلائی
کرو جو تمہارے ساتھ برائی کرے۔

ماخذ: معجم شيوخ ابن الأعرابي 1507، درجہ: صحیح

عائشہؓ سے روایت ہے: میں نے نبی کریم ﷺ کی تلوار پر ایک تحریر کندہ دیکھی:

إِنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عُتُوًّا مَنْ ضَرَبَ غَيْرَ ضَارِبِهِ وَرَجُلٌ قَتَلَ غَيْرَ قَاتِلِه

بے شک سب سے زیادہ سرکش لوگ وہ ہیں جو اسے مارتے ہیں جس نے کسی

کو نہیں مارا، اور وہ شخص جو اسے قتل کرتا ہے جس نے کسی کو قتل نہیں کیا۔

ماخذ: السنن الکبری للبیهقي **15896**،

درجہ: حسن لغیرہ

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ مِنْ أَعْتَى النَّاسِ عَلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ مَنْ قَتَلَ غَيْرَ قَاتِلِه

بے شک اللّٰہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ سرکش شخص وہ ہے جو ایسے شخص کو قتل کرے جس نے کسی کو قتل نہیں کیا۔

ماخذ: مسند أحمد **16376**، درجہ: حسن لغیرہ

اصل قاعدہ **(asl)** یہ ہے کہ تمام انسان قابلِ احترام ہیں، یعنی اُنہیں نقصان یا قتل نہیں پہنچایا جا سکتا

جب تک اس کے لیے کوئی واضح شرعی و قانونی دلیل موجود نہ ہو۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

فإن الأصل أن دم الآدمي معصوم لا يقتل إلا بالحق

"بنیادی اصول یہ ہے کہ انسان کا خون محترم ہے، اُسے صرف حق کی بنیاد پر ہی قتل کیا جا سکتا ہے۔"

ماخذ: الصارم المسلول 1/104

اسی وجہ سے اسلام عورتوں، بچوں، بوڑھوں، مزدوروں، عبادت گاہوں میں پناہ لینے والے مذہبی افراد، اور آج کے دور میں جنہیں ہم سویلین (civilians) کہتے ہیں، اُن کے قتل کی سختی سے ممانعت کرتا ہے.

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

وُجِدَتْ فِي بَعْضِ مَغَازِي رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقْتُولَةً فَأَنْكَرَ رَسُولُ اللهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَتْلَ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ

" نبی کریم ﷺ کے ایک غزوے میں ایک عورت مقتول ملی، تو آپ ﷺ نے عورتوں اور بچوں کے قتل کو ناپسند فرمایا۔"

ماخذ: صحيح البخاري 3014، درجہ: متفق علیہ

خلیفہ عمر بن خطاب رضی اللّٰہ عنہ نے حکم دیا:

لا تَغُلُّوا وَلا تَغْدِرُوا وَلا تُمَثِّلُوا وَلا تَقْتُلُوا وَلِيدًا وَاتَّقُوا اللَّهَ فِي الْفَلاحِينَ الَّذِينَ لا يَنْصِبُونَ لَكُمُ الْحَرْب

"نہ مالِ غنیمت میں خیانت کرو، نہ دشمن سے غداری کرو، نہ لاشوں کی بے حرمتی کرو، نہ بچوں کو قتل کرو، اور اللّٰہ سے ڈرو اُن کسانوں کے بارے میں جو تم سے جنگ نہیں کرتے۔"

2625 ماخذ: سنن سعید بن منصور

امام ابن قدامہ فرماتے ہیں:

وَلَنَا قَوْلُ عُمَرَ وَأَنَّ أَصْحَابَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَقْتُلُوهُمْ حِينَ فَتَحُوا الْبِلَادَ وَلِأَنَّهُمْ لَا يُقَاتِلُونَ فَأَشْبَهُوا الشُّيُوخَ وَالرُّهْبَانَ

"ہمارا موقف خلیفہ عمر کے قول پر ہے، اور رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے جب فتوحات کیں تو کسانوں کو قتل نہیں

کیا، کیونکہ وہ جنگ نہیں کرتے، اس لیے وہ بوڑھوں اور راہبوں جیسے ہیں."

ماخذ: المغني 9/313

رباح بن ربیع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک جنگی مہم میں تھے۔ نبی کریم ﷺ نے کچھ لوگوں کو ایک جگہ جمع دیکھا، تو آپ ﷺ نے ایک شخص کو بھیجا اور

فرمایا: "جاؤ دیکھو، وہ کس چیز پر جمع ہیں۔" وہ واپس آیا اور کہا: "وہ ایک عورت تھی جسے قتل کر دیا گیا ہے۔" تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَا كَانَتْ هَذِهِ لِتُقَاتِلَ

"یہ (عورت) تو لڑنے والی نہ تھی!"

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اُس وقت لشکر کے اگلے دستے میں تھے، تو نبی ﷺ نے ان کے پاس ایک پیغام رساں بھیجا اور فرمایا:

لاَ يَقْتُلَنَّ امْرَأَةً وَلاَ عَسِيفًا

" کسی عورت یا مزدور کو ہرگز قتل نہ کرنا!"

ماخذ: سنن أبي داود 2669، درجہ: صحیح

یہ حدیث صریح ثبوت ہے کہ مسلمانوں کے لیے کسی بھی غیر جنگجو (non-combatant) کو نشانہ بنانا ناجائز ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے

واضح طور پر عورت کے قتل کی حرمت کی وجہ بتائی: "یہ لڑنے والی نہ تھی!"

شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

وَذَلِكَ أَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى أَبَاحَ مِنْ قَتْلِ النُّفُوسِ مَا يَحْتَاجُ إِلَيْهِ فِي صَلَاحِ الْخَلْقِ

"یہ اس لیے ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے جان لینے کو صرف اسی حد تک جائز قرار دیا ہے جتنا مخلوق کی اصلاح کے لیے ضروری ہو"۔

28/355 ماخذ: مجموع الفتاوی

:اور وہ مزید فرماتے ہیں

فأباح للمؤمنين القتال دفعا عن نفوسهم وعقوبة لمن أخرجهم من ديارهم ومنعهم من توحيد الله وعبادته ... فمن ليس من أهل القتال لم يؤذن في قتاله

" اللّٰہ نے مومنوں کو قتال اس وقت جائز قرار دیا جب وہ اپنی جان کی حفاظت کے لیے لڑیں، اور اُن لوگوں کے

خلاف بدلہ لیں جنھوں نے انہیں ان کے گھروں سے نکالا اور اللہ کی توحید و عبادت سے روکا... تو جو قتال کے اہل نہیں، اس سے قتال کرنے کی اجازت نہیں دی گئی۔"

1/101 ماخذ: الصارم المسلول

یہ خوب وضاحت شدہ اسلامی اصول آج کے دور میں "دہشت گردی" کہلانے والی جنگی چالوں اور "ہتھیار تباہی

عام" (Weapons of Mass Destruction) کے استعمال کو صریح طور پر حرام اور ممنوع قرار دیتے ہیں۔

قیدیوں کو لینا جنگ کا ایک ناخوشگوار لیکن ناگزیر نتیجہ ہوتا ہے، مگر اسلام دشمن قیدیوں کے ساتھ حسنِ سلوک کی بھرپور تلقین کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق، صحابہ کرام قیدیوں کو اپنے اوپر ترجیح دے کر پہلے انہیں کھانا کھلاتے تھے۔

:اللّٰہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَيُطۡعِمُونَ ٱلطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِۦ مِسۡكِينٗا وَيَتِيمٗا وَأَسِيرًا ۝ إِنَّمَا نُطۡعِمُكُمۡ لِوَجۡهِ ٱللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمۡ جَزَآءٗ وَلَا شُكُورًا

" وہ اللّٰہ کی محبت میں محتاج، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں (اور کہتے ہیں:) ہم تو تمہیں صرف اللّٰہ کی رضا کے لیے کھلا رہے ہیں، نہ تم سے بدلہ چاہتے ہیں، نہ شکریہ۔"

[76:8-9 سورة الإنسان]

:قتادہ رحمہ اللہ نے وضاحت کی

لَقَدْ أَمَرَ اللَّهُ بِالأُسَرَاءِ أَنْ يُحْسَنَ إِلَيْهِمْ

وَإِنَّ أَسْرَاهُمْ يَوْمَئِذٍ لأَهْلُ الشِّرْكِ

" اللہ تعالیٰ نے قیدیوں کے ساتھ حسن

سلوک کا حکم دیا ہے، حالانکہ اُس وقت

کے قیدی مشرکین تھے۔"

[23/544 تفسیر الطبری]

ابو عزیز رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں

:کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

اسْتَوْصُوا بِالأُسَارَى خَيْرًا

"قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو-"

ابو عزیز رضی اللہ عنہ، جو بعد میں

:مسلمان ہو گئے، کہتے ہیں

وَكُنْتُ فِي نَفَرٍ مِنَ الأَنْصَارِ وَكَانُوا إِذَا

قَدَّمُوا غَدَاءَهُمْ وَعَشَاءَهُمْ أَكَلُوا التَّمْرَ

وَأَطْعَمُونِي الخُبْزَ بِوَصِيَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِيَّاهُم

" میں انصار کی جماعت کے ساتھ تھا۔ جب وہ دوپہر یا رات کا کھانا لاتے تو خود کھجور کھاتے اور مجھے روٹی دیتے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو میرے بارے میں (حسن سلوک کی) وصیت کی تھی۔"

[المعجم الكبير للطبراني 22/393، درجہ: حسن]

قیدیوں کے ساتھ سخاوت اور عظمتِ کردار کا مظاہرہ کرنا اسلام کا ایک اہم دعوتی طریقہ تھا، جس کا مقصد دلوں کو فتح کرنا تھا، نہ کہ صرف دشمنوں سے بدلہ لینا۔ اسلام کا اصل ہدف اصلاح، مفاہمت اور اختیار سے قبولِ حق ہے، نہ کہ زبردستی یا انتقام۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

عَجِبَ اللَّهُ مِنْ قَوْمٍ يَدْخُلُونَ الجَنَّةَ فِي السَّلاَسِلِ

"اللّٰہ کو اس قوم پر تعجب ہے جو زنجیروں میں جنت میں داخل ہوگی۔"

[صحیح البخاری 3010، درجہ: صحیح]

امام ابن الجوزی رحمہ اللہ اس حدیث کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

مَعْنَاهُ أَنَّهُمْ أُسِرُوا وَقُيِّدُوا فَلَمَّا عَرَفُوا

َصِحَّةَ الإِسْلاَمِ دَخَلُوا طَوْعًا فَدَخَلُوا الْجَنَّةَ

" اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ قیدی بنائے گئے اور زنجیروں میں جکڑے گئے، پھر جب انہوں نے اسلام کی حقانیت کو پہچانا تو رضاکارانہ طور پر اسلام قبول کیا اور جنت میں داخل ہو گئے۔"

[فتح الباری 6/145]

اسلام میں جنگ کے منفی نتائج صرف اس وقت مشروع (جائز) ہیں جب وہ

دو برائیوں میں سے کم تر برائی ہو،

مثلاً:

حملہ آوروں کو روکنا

مظلوموں کی جانیں بچانا

ناقابل برداشت ظلم ختم کرنا

اور ہر انسان کو بغیر کسی خوف کے اسلام کو جاننے اور قبول کرنے کا موقع دینا

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللّٰہ فرماتے ہیں:

مِنَ المَعْلُومِ أَنَّ القِتَالَ إِنَّمَا شُرِعَ لِلضَّرُورَةِ وَلَوْ أَنَّ النَّاسَ آمَنُوا بِالبُرْهَانِ وَالآيَاتِ لَمَا احْتِيجَ إِلَى القِتَالِ فَبَيَانُ آيَاتِ الإِسْلاَمِ وَبَرَاهِينُهُ وَاجِبٌ مُطْلَقًا وُجُوبًا أَصْلِيًّا وَأَمَّا الجِهَادُ فَمَشْرُوعٌ لِلضَّرُورَ

" یہ بات معلوم ہے کہ قتال صرف ضرورت کے وقت مشروع (جائز) کیا گیا ہے۔ اگر لوگ دلائل اور نشانیوں کے

ذریعے ایمان لے آتے، تو قتال کی حاجت ہی نہ رہتی۔ لہٰذا اسلام کی آیات اور دلائل کو بیان کرنا مطلق طور پر فرض عین ہے، جبکہ جہاد ضرورت کے پیش نظر مشروع کیا گیا ہے۔"

[الجواب الصحیح 1/238]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللّٰہ وضاحت کرتے ہیں کہ اسلام کی دعوت

کو رضاکارانہ طور پر تمام انسانوں تک
پہنچانا اصل اور پہلی ذمہ داری ہے،
جبکہ جہاد کے اصول اور قوانین صرف
اسی مقصد کی حفاظت کے لیے قائم
کیے گئے ہیں۔

اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے
مسلمانوں کو اپنے دشمنوں سے جنگ کی
تمنا کرنے سے منع فرمایا، کیونکہ جنگ
صرف آخری حل کے طور پر جائز ہے،
جب کہ امن کی تمام راہیں بند ہو چکی

ہوں۔ جنگ نہ تو غصے کے اظہار کا

ذریعہ ہے، نہ ہی انتقام یا ظلم کا بہانہ۔

ابو ہریرہ رضی اللّٰہ عنہ سے روایت ہے

کہ رسول اللّٰہ ﷺ نے فرمایا:

لاَ تَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ، فَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ

فَاصْبِرُوا

"دشمن سے جنگ کی تمنا نہ کرو، لیکن

اگر تمہاری ان سے مڈبھیڑ ہو جائے تو

صبر سے کام لو۔"

[صحیح البخاری **3026**، درجہ: متفق علیہ]

یہ حدیث دیگر قانونی نصوص سے مختلف ہے، کیونکہ یہ دل کے اندرونی جذبات کو نشانہ بناتی ہے۔ مسلمان کو اپنے دل میں خونریزی کی خواہش پیدا نہیں ہونے دینی چاہیے، نہ ہی وہ بے بنیاد وجوہات کو بہانہ بنا کر ناجائز جنگ چھیڑے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللّٰہ لکھتے ہیں:

فَإِنَّ بَابَ الإِحْسَانِ إِلَى النَّاسِ وَالعَفْوِ عَنْهُمْ مُقَدَّمٌ عَلَى بَابِ الإِسَاءَةِ وَالاِنْتِقَام

" یقیناً لوگوں سے حسنِ سلوک اور ان سے درگزر کا دروازہ، ان کے ساتھ بدسلوکی اور انتقام کے دروازے پر مقدم ہے".

[منہاج السنة 4/372]

ہر مؤمن کا سب سے اہم مقصد یہ ہونا چاہیے کہ وہ روزِ قیامت اللّٰہ تعالیٰ کے سامنے ایک "قلبِ سلیم" (پاک دل) کے ساتھ حاضر ہو، یعنی ایسا دل جو کسی کے لیے بغض، حسد یا بلاوجہ نقصان پہنچانے کے ارادے سے پاک ہو.

امام الغزالی رحمہ اللّٰہ فرماتے ہیں:

كل عبد سلم عَن الغِشّ والحقد <
والحسد وَإِرَادَة الشَّرّ قلبه، وسلمت عَن الآثام والمحظورات جوارحه، وَسلم عَن

الانتكاس والانعكاس صِفَاته، فَهُوَ الَّذِي يَأْتِي الله تَعَالَى بقلب سليم

ترجمہ:

" ہر وہ بندہ جس کا دل دھوکہ، بغض، حسد اور شر کی نیت سے پاک ہو، جس کے اعضاء گناہوں اور ممنوعات سے محفوظ ہوں، اور جس کی صفات میں الٹ پھیر یا بگاڑ نہ ہو، تو وہی شخص

ہے جو اللّٰہ تعالیٰ کے پاس "قلبِ سلیم"
کے ساتھ حاضر ہوتا ہے".
ماخذ: المقصد الأسنى 1/70

یہ تعلیم ہمیں یہ سمجھاتی ہے کہ جہاد
صرف باہر کے دشمن کے خلاف نہیں،
بلکہ اصل اور اعلیٰ جہاد اپنے نفس اور
دل کی بیماریوں کے خلاف ہے، تاکہ ہم
اللّٰہ تعالیٰ کے سامنے صاف دل کے ساتھ
کھڑے ہو سکیں.

یہ "دل کے امراض" (جیسے بغض، حسد، بد نیتی) کبھی بھی جنگ کی وجہ نہیں بن سکتے۔ تاہم، مسلمانوں کے لیے شہادت کی خواہش رکھنا جائز بلکہ پسندیدہ ہے، کیونکہ شہادت کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے لیے ایک حق اور عادل مقصد میں جان دینا۔

یہ پاکیزہ خواہش بدلے، قتل و غارت یا انتقام کی خوشی سے بالکل مختلف ہے۔ اسلام میں شہادت صرف میدانِ جنگ

میں مارے جانے کا نام نہیں، بلکہ اس کی کئی اقسام ہیں:

✦ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

> الشَّهَادَةُ سَبْعٌ سِوَى الْقَتْلِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
الْمَطْعُونُ شَهِيدٌ، وَالْغَرِقُ شَهِيدٌ، وَصَاحِبُ ذَاتِ الْجَنْبِ شَهِيدٌ، وَالْمَبْطُونُ شَهِيدٌ، وَصَاحِبُ الْحَرِيقِ شَهِيدٌ، وَالَّذِي يَمُوتُ تَحْتَ الْهَدْمِ شَهِيدٌ، وَالْمَرْأَةُ تَمُوتُ بِجُمْعٍ شَهِيدٌ

:ترجمہ

اللہ کی راہ میں قتل ہونے کے سوا سات قسم کے شہداء اور بھی ہیں:

1. جو طاعون میں مرے

2. جو ڈوب کر مرے

3. جو پھیپھڑوں کی بیماری (ذات الجنب) سے مرے

4. جو پیٹ کی بیماری سے مرے

5. جو آگ میں جل کر مرے

6. جو ملبے کے نیچے دب کر مرے

7. اور وہ عورت جو بچے کی پیدائش میں فوت ہو جائے

سُنن ابی داود 3111، درجہ: (صحیح)

✦ اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ سَأَلَ اللّٰهَ الشَّهَادَةَ بِصِدْقٍ بَلَّغَهُ اللّٰهُ >
مَنَازِلَ الشُّهَدَاءِ وَإِنْ مَاتَ عَلَى فِرَاشِهِ

ترجمہ:

جو شخص سچائی کے ساتھ اللّٰہ سے
شہادت کی دعا کرے، اللّٰہ تعالیٰ اسے
شہداء کے درجے تک پہنچا دیتا ہے،
خواہ وہ اپنے بستر پر ہی فوت ہو جائے۔
(صحیح مسلم 1909، درجہ: صحیح)

یعنی شہادت کا مقام نیت، خلوص اور سچے ارادے سے حاصل ہوتا ہے، نہ کہ صرف قتل و قتال سے۔

لہٰذا، ہر مخلص مؤمن کے لیے شہادت کی خواہش ایک روحانی بلندی ہے، نہ کہ تشدد یا خونریزی کی تمنا۔

نبی کریم ﷺ نے ہمیں جہاد کی روحانی و اخلاقی اصل کو سمجھانے کے لیے ایسی مثالیں بیان فرمائیں جو اس بات

کو واضح کرتی ہیں کہ جہاد عدل و دفاع کے لیے ہے، نہ کہ فتح یا غلبہ کے لیے۔

✦ مسلمان فوج کے سپہ سالار کو "ڈھال" قرار دیا:

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّمَا الإِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَرَائِهِ >

وَيُتَّقَى بِهِ

ترجمہ:

بے شک، امام (سپہ سالار) ایک ڈھال ہے، جس کے پیچھے لڑا جاتا ہے، اور اسی کے ذریعے دشمن سے بچاؤ کیا جاتا ہے-

(صحیح مسلم 1841، درجہ: صحیح)

یعنی اسلامی قیادت عوام کے تحفظ کے لیے ہوتی ہے، نہ کہ انہیں جنگ میں دھکیلنے کے لیے۔

✦ نبی ﷺ کی شخصیت "تلوار" نہیں، بلکہ "چاند" کی مانند تھی:

نبی ﷺ کی نرمی، درگزر اور مصالحت پسندی ان کی قیادت کا جوہر تھی، جو ظالم حکمرانوں کے برعکس تھی۔

حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے:

ایک آدمی نے ان سے پوچھا: کیا >
رسول اللہ ﷺ کا چہرہ تلوار جیسا تھا؟

حضرت براءؓ نے فرمایا:
لاَ، بَلْ مِثْلَ الْقَمَرِ

نہیں، بلکہ وہ تو چاند کی مانند تھا۔

صحیح بخاری **3552**، (درجہ: صحیح)

ایسی تمثیلات فقہاء کی قانونی کتابوں میں وزن نہیں رکھتیں، لیکن یہ اب بھی نبی ﷺ کی قیادت کے بارے میں ایک گہرا مطلب بیان کرتی ہیں اور دنیا بھر میں مسلمانوں کے محافظ کے طور پر خلفاء کے بنیادی کردار کو ظاہر کرتی

یہ مسلمانوں کو اسلام کے رحم دل رویے کے بارے میں سکھاتی ہیں، جو

جارحیت سے اجتناب کے قانونی اصول
.کی علامتی تعبیر ہے

جہاں تک فقہاء کا تعلق ہے، ان کے
درمیان سب سے اہم سوال یہ تھا کہ
از (علت) کیا ہے؟

کون سے حالات جنگ کا اعلان ضروری

کیا غیر مسلموں سے جنگ ان کی
جارحیت (حرابہ) کی بنیاد پر کی جاتی
ہے یا صرف ان کے کفر کی بنیاد پر؟

اکثر علماء، جن میں امام ابو حنیفہ، امام مالک، اور امام احمد شامل ہیں، کے نزدیک کفر بذاتِ خود جنگ کا کافی جواز نہیں ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

الكافِرِ الأَصْلِيِّ الّذِي لَيْسَ هُوَ مِنْ أَهْلِ الْقِتَالِ فَإِنَّهُ لاَ يُقْتَلُ عِنْدَ أَكْثَرِ الْعُلَمَاءِ كَأَبِي حَنِيفَةَ وَمَالِكٍ وَأَحْمَد

جو شخص پیدائشی کافر ہو اور جنگ کرنے والوں میں شمار نہ ہو، تو وہ اکثر علماء جیسے کہ امام ابو حنیفہ، امام

مالک، اور امام احمد کے نزدیک قتل نہیں کیا جائے گا۔

ماخذ: مجموع الفتاوی 28/534

اور شیخ الاسلام لکھتے ہیں:

فأما الباغي من غير قتال فليس في النص أن الله أمر بقتاله بل الكفار إنما يقاتلون بشرط الحراب كما ذهب اليه جمهور العلماء وكما دل عليه الكتاب والسنة

جو ظالم ہو لیکن قتال نہ کرے، اس کے بارے میں کسی نص میں نہیں آیا کہ

اللہ نے اس سے قتال کا حکم دیا ہو۔
بلکہ کفار سے قتال صرف حرابہ (جنگ
چھیڑنے) کی شرط پر کیا جاتا ہے،
جیسا کہ جمہور علماء کا موقف ہے اور
کتاب و سنت سے بھی یہی ظاہر ہے.

ماخذ: النبوات 1/140

امام ابن القیم، جو ابن تیمیہ کے سب
سے نمایاں شاگرد ہیں، فرماتے ہیں:

وَلأَنَّ الْقَتْلَ إِنَّمَا وَجَبَ فِي مُقَابَلَةِ الْحِرَابِ
لا فِي مُقَابَلَةِ الْكُفْرِ وَلِذَلِكَ لا يُقْتَلُ النِّسَاءُ
وَلا الصِّبْيَانُ وَلا الزَّمْنَى وَالْعُمْيَانُ وَلا

الرُّهْبَانُ الَّذِينَ لاَ يُقَاتِلُونَ بَلْ نُقَاتِلُ مَنْ حَارَبَنَا وَهَذِهِ كَانَتْ سِيرَةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَهْلِ الأَرْضِ كَانَ يُقَاتِلُ مَنْ حَارَبَهُ إِلَى أَنْ يَدْخُلَ فِي دِينِهِ أَوْ يُهَادِنَهُ أَوْ يَدْخُلَ تَحْتَ قَهْرِهِ بِالْجِزْيَةِ

قتل صرف حرابہ (یعنی جنگ چھیڑنے) کے مقابلے میں واجب ہے، نہ کہ کفر کے مقابلے میں۔ اسی وجہ سے عورتوں، بچوں، معذوروں، اندھوں، اور ان راہبوں کو قتل نہیں کیا جاتا جو لڑائی میں

حصہ نہیں لیتے۔ بلکہ ہم صرف ان سے لڑتے ہیں جو ہم سے لڑتے ہیں۔ یہی رسول اللہ ﷺ کی سیرت تھی کہ آپ صرف انہی سے لڑتے تھے جو آپ سے لڑتے تھے، یہاں تک کہ وہ اسلام میں داخل ہو جاتے، یا صلح کر لیتے، یا جزیہ دے کر آپ کے تابع ہو جاتے۔

ماخذ: أحكام أهل الذمة 1/110

تاہم، پیشگی حملے یا "جہادِ طلب" اس وقت جائز سمجھے گئے جب کسی غیر مسلم ملک میں مسلمانوں پر ظلم ہو رہا

ہو یا اسلام کا پیغام سننے سے روکا جا

اگر دعوتِ اسلام کو روکا نہ جائے اور مسلمان وہاں پر امن سے رہ سکیں، تو ان کے خلاف جنگ غیر ضروری سمجھی گئی۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

وَإِذَا كَانَ أَصْلُ الْقِتَالِ الْمَشْرُوعِ هُوَ الْجِهَادُ وَمَقْصُودُهُ هُوَ أَنْ يَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ وَأَنْ تَكُونَ كَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا فَمَنْ امْتَنَعَ مِنْ هَذَا قُوتِلَ بِاتِّفَاقِ الْمُسْلِمِينَ

وَأَمَّا مَنْ لَمْ يَكُنْ مِنْ أَهْلِ الْمُمَانَعَةِ
وَالْمُقَاتِلَةِ كَالنِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ وَالرَّاهِبِ
وَالشَّيْخِ الكبِيرِ وَالأَعْمَى وَالزَّمِنِ وَنَحْوِهِمْ
فَلاَ يُقْتَلُ عِنْدَ جُمْهُورِ الْعُلَمَاءِ ... فَمَنْ لَمْ
يَمْنَعْ الْمُسْلِمِينَ مِنْ إقَامَةِ دِينٍ لِلّٰهِ لَمْ تَكُنْ
مَضَرَّةُ كُفْرِهِ إلاَّ عَلَى نَفْسِهِ

جب کہ مشروع قتال کی اصل جہاد ہے،
اور اس کا مقصد یہ ہے کہ دین مکمل
طور پر اللّٰہ کے لیے ہو اور اللّٰہ کا کلمہ
بلند ہو، تو جو کوئی اس میں رکاوٹ
بنے، اسے مسلمانوں کے اجماع سے لڑا

لیکن جو لوگ رکاوٹ یا قتال میں شامل نہیں جیسے کہ عورتیں، بچے، راہب، بوڑھے، اندھے، معذور وغیرہ، تو جمہور علماء کے نزدیک ان کو قتل نہیں کیا جاتا...

جو مسلمان کو اللہ کا دین قائم کرنے سے نہ روکے، اس کا کفر صرف اسی کے لیے نقصان دہ ہے، دوسروں کے لیے نہیں۔

ماخذ: مجموع الفتاوی

28/354-355

اور شیخ الاسلام مزید لکھتے ہیں:

المقصود بالقتال أن تكون كلمة الله هي العليا وأن يكون الدين كله لله وأن لا تكون فتنة أي لا يكون أحد يفتن أحدا عن دين الله فإنما نقاتل من كان ممانعا عن ذلك وهم أهل القتال فأما من لا يقاتل عن ذلك فلا وجه لقتله كالمرأة والشيخ الكبير والراهب ونحو ذلك

قتال کا مقصد یہ ہے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو، اور دین مکمل طور پر اللہ کے لیے ہو، اور زمین میں کوئی فتنہ نہ ہو،

یعنی کوئی کسی کو اللّٰہ کے دین سے روکنے والا نہ ہو۔

تو ہم صرف اس سے لڑتے ہیں جو اس مقصد کی راہ میں رکاوٹ ہو اور جو جنگ کرے۔

لیکن جو اس کے لیے جنگ نہ کرے، اس کے قتل کی کوئی وجہ نہیں، جیسے کہ عورت، بوڑھا، راہب وغیرہ۔

ماخذ: الصارم المسلول 1/282

نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کو یہ سکھایا کہ جنگ کا جواز صرف اس لیے ہے تاکہ اسلام کے مشن کو محفوظ رکھا جا سکے، تاکہ ہر انسان کو یہ موقع ملے کہ وہ اپنی مرضی سے اس دین کو قبول کرے — زبردستی نہیں، بلکہ دلائل اور ترغیب کے ساتھ۔

ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ایک شخص نے نبی ﷺ سے سوال کیا:

“ایک آدمی بہادری دکھانے کے لیے لڑتا
ہے، دوسرا جوش میں لڑتا ہے، اور تیسرا
دکھاوے کے لیے لڑتا ہے۔ ان میں سے
کون اللہ کے راستے میں لڑ رہا ہے؟”

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا
فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

" جو شخص اس لیے لڑتا ہے کہ اللہ کا
کلمہ سب سے بلند ہو، وہی اللہ کے
راستے میں لڑ رہا ہے-"

ماخذ: صحیح البخاری 123

درجہ: متفق علیہ

اللہ کا کلمہ بلند کرنا یعنی اسلام کی
دعوت کو دنیا تک پہنچانا ہے-

جبکہ جو دوسرے ذاتی اور دنیاوی
مقاصد جیسے جوش، غصہ، شہرت، مال

غنیمت، سیاسی طاقت یا کسی اور دنیاوی فائدے کے لیے لڑے، تو وہ حقیقی جہاد میں شمار نہیں ہوتا۔

امام ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے کہا:

الْمُرَادُ بِكَلِمَةِ اللّٰهِ دَعْوَةُ اللّٰهِ إِلَى >
الْإِسْلَامِ، وَيَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ الْمُرَادُ أَنَّهُ لَا يَكُونُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ إِلَّا مَنْ كَانَ سَبَبُ قِتَالِهِ طَلَبَ إِعْلَاءِ كَلِمَةِ اللّٰهِ فَقَطْ، بِمَعْنَى

أَنَّهُ لَوْ أَضَافَ إِلَى ذَلِكَ سَبَبًا مِنَ الأَسْبَابِ الْمَذْكُورَةِ أَخَلَّ بِذَلِكَ ... وَفِيهِ ذَمُّ الْحِرْصِ عَلَى الدُّنْيَا وَعَلَى الْقِتَالِ لِحَظِّ النَّفْسِ فِي غَيْرِ الطَّاعَةِ

" اللّٰه کے کلمے سے مراد اللّٰه کی اسلام کی طرف دعوت ہے۔

اور ممکن ہے اس سے مراد یہ ہو کہ اللّٰه کے راستے میں جہاد صرف وہی ہے جس

کی لڑائی کا مقصد صرف اللہ کے کلمے کو بلند کرنا ہو۔

اگر کوئی شخص اس مقصد کے ساتھ کسی اور دنیاوی سبب کو شامل کرے، تو وہ اس اخلاص کو بگاڑ دے گا...

اور اس حدیث میں دنیا کی حرص اور نفس پرستی کے لیے قتال کرنے کی مذمت ہے، جو اللہ کی نافرمانی ہے۔"

ماخذ: فتح الباری 6/28-29

امام الشوکانی رحمہ اللّٰہ نے بھی اس کی تائید فرمائی:

> المُرَادُ بِكَلِمَةِ اللّٰهِ دَعْوَةُ اللّٰهِ إلى الإِسْلاَمِ

" اللّٰہ کے کلمے سے مراد اللّٰہ کی اسلام کی طرف دعوت ہے".

7/254 ماخذ: نیل الأوطار

اسلام قبول کرنے پر زبردستی کرنا قرآن میں واضح طور پر منع ہے، اس لیے نبی کریم ﷺ نے کبھی کسی دشمن کو زبردستی اپنا دین قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَآ إِكۡرَاهَ فِى ٱلدِّينِ قَد تَّبَيَّنَ ٱلرُّشۡدُ مِنَ ٱلۡغَىِّۚ >

" دین کے معاملے میں کوئی زبردستی نہیں، بے شک ہدایت گمراہی سے الگ ہو چکی ہے-"

(سورۃ البقرہ، 2:256)

امام ابن القیم رحمہ اللہ نے فرمایا:

وَلَمْ يُكْرِهْ أَحَدًا قَطُّ عَلَى الدِّينِ، وَإِنَّمَا >
كَانَ يُقَاتِلُ مَنْ يُحَارِبُهُ وَيُقَاتِلُهُ، وَأَمَّا مَنْ
سَالَمَهُ وَهَادَنَهُ فَلَمْ يُقَاتِلْهُ، وَلَمْ يُكْرِهْهُ
عَلَى الدُّخُولِ فِي دِينِهِ، امْتِثَالاً لأَمْرِ رَبِّهِ
سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى، حَيْثُ يَقُولُ: لاَ إِكْرَاهَ فِي
الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الغَيِّ... مَنْ
تَأَمَّلَ سِيرَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ لَمْ يُكْرِهْ أَحَدًا عَلَى دِينِهِ قَطُّ،
وَأَنَّهُ إِنَّمَا قَاتَلَ مَنْ قَاتَلَهُ، وَأَمَّا مَنْ هَادَنَهُ
فَلَمْ يُقَاتِلْهُ مَا دَامَ مُقِيمًا عَلَى هُدْنَتِهِ

" نبی کریم ﷺ نے کبھی کسی کو دین
قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا۔ آپ
صرف ان لوگوں سے لڑتے تھے جو آپ
سے جنگ کرتے اور آپ سے قتال کرتے۔

اور جنہوں نے آپ سے صلح کی یا
معاہدہ کیا، آپ ﷺ نے نہ ان سے لڑائی
کی اور نہ انہیں اپنا دین قبول کرنے پر
مجبور کیا، کیونکہ آپ نے اپنے رب کے
اس حکم کی پیروی کی:

" دین میں کوئی زبردستی نہیں، بے شک ہدایت گمراہی سے الگ ہو چکی ہے"...

جس نے نبی ﷺ کی سیرت پر غور کیا، اسے یہ بات واضح ہو جائے گی کہ آپ ﷺ نے کبھی کسی کو زبردستی دین میں داخل نہیں کیا، اور آپ صرف ان لوگوں سے لڑے جنہوں نے آپ سے لڑائی کی۔

اور جنہوں نے آپ سے صلح کی، آپ ﷺ نے جب تک وہ صلح پر قائم رہے، ان سے جنگ نہیں کی۔

ماخذ: هدایۃ الحیاری 1/237-238

دوسرے الفاظ میں، مسلمانوں کو مال، طاقت، غلام، سیاست، بدلہ، کینہ وغیرہ حاصل کرنے کے لیے جنگ کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کو خبردار کیا کہ جس مسلمان کی نیت صرف مالِ غنیمت حاصل کرنا ہو، اس کے لیے کوئی اجر نہیں ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:
ایک آدمی نے کہا: ”یا رسول اللہ! ایک
شخص اللہ کی راہ میں لڑنے کا ارادہ
کرتا ہے، اور وہ دنیاوی فائدہ بھی چاہتا
ہے۔“ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لاَ أَجْرَ لَهُ

”اس کے لیے کوئی اجر نہیں۔“

لوگوں کے لیے یہ بات بہت سخت لگی،
تو انہوں نے کہا: ”رسول اللہ ﷺ کے

پاس دوبارہ جاؤ، شاید انہوں نے تمہاری بات کو سمجھا نہیں۔`` وہ آدمی واپس آیا اور کہا: ”یا رسول اللّٰہ! ایک شخص اللّٰہ کی راہ میں لڑنے کا ارادہ کرتا ہے، اور وہ دنیاوی فائدہ بھی چاہتا ہے۔`` رسول اللّٰہ ﷺ نے فرمایا:

لَا أَجْرَ لَهُ

”اس کے لیے کوئی اجر نہیں۔``

پھر وہ تیسری بار واپس آیا، اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لاَ أَجْرَ لَهُ

"اس کے لیے کوئی اجر نہیں۔"

ماخذ: مسند أحمد 7887

درجہ: صحیح

ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور

کہا: ’’اگر کوئی شخص اجر اور شہرت کی نیت سے قتال کرے، تو آپ کا کیا خیال ہے کہ اسے کیا ملے گا؟‘‘ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لاَ شَيْءَ لَهُ

‘‘اس کے لیے کچھ نہیں۔’’

اس آدمی نے تین بار یہی سوال دہرایا، اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لاَ شَيْءَ لَهُ

"اس کے لیے کچھ نہیں۔"

پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ لاَ يَقْبَلُ مِنْ الْعَمَلِ إِلاَّ مَا كَانَ لَهُ خَالِصًا وَابْتُغِيَ بِهِ وَجْهُهُ

"بے شک اللہ کسی عمل کو قبول نہیں کرتا، سوائے اس کے جو خالص اسی کے لیے کیا گیا ہو اور جس سے اس کی رضا مطلوب ہو۔"

3140 ماخذ: سنن النسائي

درجہ: صحیح

ایک اور روایت میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ غَزَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَمْ يَنْوِ إِلاَّ عِقَالاً فَلَهُ مَا نَوَى

” جس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا، لیکن اس کی نیت صرف ایک رسی

(مالِ غنیمت) حاصل کرنے کی تھی، تو اسے وہی ملے گا جس کی اس نے نیت کی۔''

3138 ماخذ: سنن النسائي

درجہ: حسن لغيره

پس، کسی بھی مسلمان کے لیے جو حقیقی جہاد میں شرکت پر اجر چاہتا

ہے، اس کے لیے نیت کا اخلاص اور سخت اصول و ضوابط کی پابندی لازمی ہے۔

اسلام میں دعوت کا فریضہ جنگ سے مقدم ہے، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ عمل ان اولین (یا اولین ترین) اعمالِ جہاد میں سے تھا جسے اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کے لیے فرض فرمایا۔

اللّٰہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَلَا تُطِعِ ٱلۡكَـٰفِرِينَ وَجَـٰهِدۡهُم بِهِۦ جِهَادٗا كَبِيرٗا

پس کافروں کا کہنا نہ مانو، اور اس (قرآن) کے ذریعے ان سے بڑے جہاد کے ساتھ جہاد کرو۔

25:52 سورة الفرقان

ابن عباس رضی اللّٰہ عنہما نے اس کی تفسیر میں فرمایا:

قولِه وَجَاهِدْهُمْ بِهِ يعني بالقرآن

اس کے قول "وَجَاهِدْهُمْ بِهِ" کا مطلب ہے: قرآن کے ذریعے جہاد کرو۔

ماخذ: تفسیر الطبري 17/470

یہ آیت اسلام کی طرف دعوت دینے کے جہاد کا حکم دیتی ہے، جو کہ ان تمام آیات سے پہلے نازل ہوئی جو دشمنوں سے جنگ کا حکم دیتی ہیں۔ یہ قرآن کے

تدریجی نزول سے ہم آہنگ ہے، جس میں پہلے عمومی اصول نازل ہوئے اور بعد میں ان کے مخصوص استثناء۔

یہ آیت اسلام کی طرف دعوت دینے کے جہاد (دعوت و تبلیغ) کا حکم دیتی ہے، جو کہ دشمنوں سے جنگ کا حکم دینے والی تمام آیات سے پہلے نازل ہوئی۔ یہ قرآن کے کئی سالوں میں تدریجی نزول سے ہم آہنگ ہے، جس میں پہلے عمومی

اصول بیان کیے گئے اور بعد میں ان پر استثناء یا تفصیل وارد ہوئی۔

سلف صالحین کی ایک بڑی تعداد "نسخ" (abrogation) کا مفہوم "منسوخی" کے معنیٰ میں نہیں لیتی تھی بلکہ پہلے سے موجود عام حکم میں ترمیم، تخصیص، یا وضاحت مراد لی جاتی تھی۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قُلت مُرَادُهُ وَمُرَادُ عَامَّةِ السَّلَفِ بِالنَّاسِخِ وَالمَنْسُوخِ رَفْعُ الحُكْمِ بِجُمْلَتِهِ تَارَةً وَهُوَ اصْطِلَاحُ المُتَأَخِّرِينَ وَرَفْعُ دَلَالَةِ العَامِّ وَالمُطْلَقِ وَالظَّاهِرِ وَغَيْرِهَا تَارَةً إمَّا بِتَخْصِيصِ أَوْ تَقْيِيدٍ أَوْ حَمْلِ مُطْلَقٍ عَلَى مُقَيَّدٍ وَتَفْسِيرِهِ وَتَبْيِينِهِ حَتَّى إنَّهُمْ يُسَمُّونَ الاِسْتِثْنَاءَ وَالشَّرْط

میں کہتا ہوں: سلف صالحین کی مراد ناسخ اور منسوخ کے الفاظ سے بعض

اوقات پورے حکم کو ختم کرنا ہوتی ہے—جیسا کہ متاخرین کا اصطلاحی مفہوم ہے—اور بعض اوقات عام، مطلق، ظاہری یا اسی طرح کے دیگر الفاظ کے مفہوم کو ختم کرنا مراد ہوتا ہے، چاہے وہ تخصیص کے ذریعے ہو، یا تقیید کے ذریعے، یا مطلق کو مقید پر محمول کرنے، یا اس کی تفسیر اور وضاحت کے ذریعے۔ حتیٰ کہ وہ استثناء اور شرط کو بھی نسخ ہی شمار کرتے تھے۔

1/29 ماخذ: إعلام الموقعين

جب سلف یا بعد کے علما کے اقوال پیش کیے جاتے ہیں کہ پُرامن آیات منسوخ ہوچکی ہیں، تو ان کی مراد اکثر یہ نہیں ہوتی کہ وہ آیات بالکل ختم یا کالعدم ہو گئی ہیں، بلکہ ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ یہ آیات عمومی حکمات میں استثناء یا مخصوص حالات کی وضاحت کے طور پر ہیں.

اسی طرح، جب علما شرک یا کفر سے جنگ کرنے کی بات کرتے ہیں، تو وہ عموماً ان مشرک یا کافر لڑنے والوں (حَرْبِيّ) کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو مسلمانوں کو زبردستی اپنے دین میں داخل کرنے کی کوشش کرتے تھے، یا انہیں عذاب یا قتل کی دھمکی دیتے تھے۔ جیسا کہ امام ابن المَوصُود نے فرمایا:

لِأَنَّ الكافِرَ مَتَى أُطْلِقَ يَنْصَرِفُ إِلَى الْحَرْبِيِّ عَادَةً وَعُرْفًا

جب لفظ "کافر" مطلق بولا جائے تو وہ عرفاً اور عادتاً "کافرِ حربی" (یعنی لڑنے والا کافر) کی طرف رجوع کرتا ہے۔

ماخذ: الاختیار لتعلیل المختار 5/27

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

إِنَّمَا كَانَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَاتِلُ الْمُشْرِكِينَ وَكَانَ الدُّخُولُ فِي دِينِهِمْ فِتْنَةً

محمد ﷺ صرف مشرکوں سے اس لیے لڑتے تھے کیونکہ وہ (دوسروں کو) اپنے دین میں داخل ہونے پر مجبور کرتے تھے۔

ماخذ: صحيح البخاري 7095، درجہ: صحیح

ایک اور روایت میں ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

فَكَانَ الرَّجُلُ يُفْتَنُ فِي دِينِهِ إِمَّا قَتَلُوهُ وَإِمَّا يُعَذِّبُوهُ حَتَّى كَثُرَ الإِسْلاَمُ فَلَمْ تَكُنْ فِتْنَةٌ

ایک شخص کو اس کے دین کی وجہ سے فتنے میں ڈالا جاتا تھا، یا تو اسے قتل کر دیتے تھے یا اسے عذاب دیتے تھے، یہاں تک کہ مسلمان زیادہ ہو گئے اور فتنہ ختم ہو گیا۔

ماخذ: صحيح البخاري 4514، درجہ: صحيح

امام ابن القیم نے ان اقوال کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا جن میں بظاہر کفر سے کھلی جنگ کی بات کی گئی ہے:

وَحَقِيقَتُهَا أَنَّهَا الشِّرْكُ الَّذِي يَدْعُو صَاحِبُهُ إِلَيْهِ وَيُقَاتِلُ عَلَيْهِ وَيُعَاقِبُ مَنْ لَمْ يَفْتَتِنْ بِهِ ... عَذَّبُوا الْمُؤْمِنِينَ لِيَفْتَتِنُوا عَنْ دِينِهِمْ فَهَذِهِ الْفِتْنَةُ الْمُضَافَةُ إِلَى الْمُشْرِكِينَ

درحقیقت یہ وہ شرک ہے جس کی طرف اس کے ماننے والے دعوت دیتے تھے،

اسی کے لیے لڑتے تھے، اور جو اس میں فتنہ میں نہ پڑے اسے سزا دیتے تھے... انہوں نے مومنوں کو عذاب دیے تاکہ وہ اپنے دین سے پھِر جائیں، تو یہی وہ فتنہ ہے جو مشرکوں کی طرف منسوب ہے-

ماخذ: زاد المعاد 3/151-152

اسلام کی پرامن دعوت کو سب سے پہلے ایک مستقل فریضے کے طور پر

قائم کیا گیا، جبکہ جہاد (بطورِ قتال)
کو بعد میں ایک ضروری استثناء کے
طور پر مشروع کیا گیا تاکہ اصل مشن
(دعوتِ اسلام) کا تحفظ ہو۔ اگر
مسلمانوں کو اپنے دین پر عمل کرنے اور
اس کی تبلیغ کرنے کی آزادی حاصل ہو،
تو جنگ کا کوئی جواز نہیں، جیسا کہ
امام الزرکشی کے اس قانونی قاعدے کے
مطابق ہے:

الجِهَاد وُجُوبَهُ وُجُوبُ الوَسَائِلِ لاَ الْمَقَاصِدِ إِذْ الْمَقْصُودُ مِنْهُ الْهِدَايَةَ

"جہاد ایک ایسا واجب ہے جو ذریعہ کے طور پر واجب ہوا ہے، نہ کہ مقصد کے طور پر، کیونکہ اس کا اصل مقصد ہدایت پہنچانا ہے۔"

ماخذ: تحفة المحتاج بشرح المنهاج 9/221

ابتدائی فتوحات سے بعض لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ جہاد کا مقصد طاقت کے زور سے وسعت یا توسیع پسندی تھا، جیسا کہ بعض شدت پسند اور مستشرقین (Orientalists) دعویٰ کرتے ہیں، لیکن تاریخی شواہد سے یہ دعویٰ باطل ثابت ہوتا ہے۔ درحقیقت صحابہ کو ان مظلوم بھائی بہنوں کو ظالم حکومتوں سے نجات دلانے کا حکم دیا گیا تھا جو ان کے زیرِ ظلم تھے۔

:اللّٰہ تعالیٰ نے فرمایا

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَـٰتِلُونَ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ
وَٱلْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ ٱلرِّجَالِ وَٱلنِّسَآءِ
وَٱلْوِلْدَٰنِ ٱلَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَآ أَخْرِجْنَا مِنْ
هَـٰذِهِ ٱلْقَرْيَةِ ٱلظَّالِمِ أَهْلُهَا وَٱجْعَل لَّنَا مِن
لَّدُنكَ وَلِيًّا وَٱجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ نَصِيرًا

" اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللّٰہ کی
راہ میں اور اُن کمزور مردوں، عورتوں
اور بچوں کے لیے نہیں لڑتے جو پکار رہے

ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں اس بستی
سے نکال جس کے لوگ ظالم ہیں، اور
اپنے پاس سے کوئی سرپرست ہمارے لیے
مقرر کر دے، اور اپنے پاس سے کوئی
".مددگار ہمارے لیے بنا دے

4:75 سورة النساء

نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ کے دور میں رومی سلطنت ان لوگوں کو قید یا قتل کر دیتی تھی جو اسلام قبول کرتے، خاص طور پر ان میں سے وہ لوگ جو بااثر ہوتے۔ فروہ بن عمرو الجذامی انہی میں سے ایک تھے، جو قیصر کے ماتحت تھے اور اسلام لے آئے تھے۔ انہوں نے نبی ﷺ کو تحائف بھی بھیجے۔

جب رومیوں کو فروہ کے قبول اسلام کی خبر ملی تو انہوں نے انہیں گرفتار

کر لیا، قتل کیا، اور ان کی لاش کو
صلیب پر لٹکا کر سرِعام نمائش کی،
بالکل ویسے ہی جیسے اُن لوگوں نے
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے
کی کوشش کی تھی.

امام ابن کثیر اس واقعہ کو یوں بیان
کرتے ہیں:

وَكَانَ فَرْوَةُ عَامِلاً لِلرُّومِ عَلَى مَنْ يَلِيهِمْ
مِنَ العَرَبِ وَكَانَ مَنْزِلهُ مُعَانَ وَمَا حَوْلَهَا

مِنْ أَرْضِ الشَّامِ فَلَمَّا بَلَغَ الرُّومَ ذَلِكَ مِنْ إِسْلاَمِهِ طَلَبُوهُ حَتَّى أَخَذُوهُ، فَحَبَسُوهُ عِنْدَهُمْ ... ثُمَّ ضَرَبُوا عُنُقَهُ وَصَلَبُوهُ عَلَى ذَلِكَ

" فروہ رومیوں کی طرف سے اُن عربوں پر گورنر تھے جو ان کے قریب تھے، اور ان کا مقام معان اور شام کے گردونواح میں تھا۔ جب رومیوں کو ان کے اسلام لانے کی خبر ملی، تو انہوں نے انہیں تلاش کیا یہاں تک کہ گرفتار کر لیا، اور

ان کو قید کر دیا... پھر ان کی گردن

ماری اور صلیب پر چڑھا دیا۔"

ماخذ: البداية والنهاية 7/349

یہ ہولناک سرعام قتل عام پورے علاقے کے لیے ایک واضح پیغام تھا کہ رومی سلطنت میں اسلام قبول کرنا برداشت نہیں کیا جائے گا۔ اسلام کی پرامن دعوت خطرے میں تھی، اور جو مبلغین اسلام کی دعوت دینے کے لیے بھیجے

گئے تھے، ان کو سخت مزاحمت اور تشدد کا سامنا تھا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اسی واقعے کو جنگ کے اعلان کا شرعی جواز قرار دیا:

فَالنَّصَارَى حَارَبُوا المُسْلِمِينَ أَوَّلاً وَقَتَلوا مَنْ أَسْلَمَ مِنْهُمْ بَغْيًا وَظُلمًا وَإِلاَّ فَرُسُلَهَ أَرْسَلَهُمْ يَدْعُونَ النَّاسَ إِلَى الإِسلاَمِ طَوعًا لا كرْهًا فَلَمْ يُكْرِهْ أَحَدًا عَلَى الإِسْلاَمِ لَمَّا

بَدَأَهُ النَّصَارَى بِقَتْلِ المُسْلِمِينَ أَرْسلَ سَرِيَّةً َأَمَّرَ عَلَيهَا زَيدَ بنَ حَارِثة

" نصاریٰ نے مسلمانوں سے پہلے جنگ چھیڑی اور جو ان میں سے اسلام لائے تھے، انہیں ظلم و زیادتی سے قتل کیا، حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے پاس مبلغین بھیجے تھے تاکہ وہ لوگوں کو اسلام کی طرف پرامن طریقے سے بلائیں، کسی پر جبر نہ ہو۔ جب نصاریٰ نے مسلمانوں کا قتل عام شروع کیا، تو

آپ ﷺ نے ایک لشکر بھیجا جس پر زید بن حارثہ کو امیر مقرر فرمایا".

ماخذ: قاعدة مختصرة في قتال الكفار 1/136-137

اسلام کی طرف پرامن دعوت دینا بغیر ہتھیار کے مبلغین کے ذریعے نبی ﷺ کی ابتدائی پالیسی تھی، لیکن جب انہیں دشمنی اور ظلم و ستم کا سامنا ہوا تو آپ ﷺ نے اسلام کو رومی علاقوں میں

محفوظ بنانے کے لیے جنگ کو اختیار کیا۔ ان مظلوم نو مسلموں کو بچانے اور ان کے حقوق کی حفاظت کا واحد راستہ ان ظالم سلطنتوں کے خلاف پہل کرنا تھا، اور یہ ایک جراتمند قدم تھا، خاص طور پر جب مسلمان تعداد اور وسائل دونوں میں کمزور تھے۔

اس کے برعکس، صحابہ اور سلف نے کبھی اپنے پرامن ہمسایوں پر حملہ نہیں کیا۔ اس کی سب سے بہترین مثال

حبشہ (موجودہ ایتھوپیا) سے مسلمانوں کے خوشگوار تعلقات ہیں۔ مدینہ ہجرت سے پہلے، کچھ مسلمانوں کو حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے پناہ دی۔ جب قرآن اسے پیش کیا گیا تو نجاشی نے کہا:

إِنَّ هَذَا وَالَّذِي جَاءَ بِهِ مُوسَى لَيَخْرُجُ مِنْ مِشْكَاةٍ وَاحِدَةٍ انْطَلِقَا فَوَاللَّهِ لَا أُسْلِمُهُمْ إِلَيْكُمْ أَبَدًا

بے شک یہ (قرآن کی تلاوت) اور جو "
موسیٰ لے کر آئے، ایک ہی چراغ کی
روشنی سے نکلے ہیں۔ تم دونوں واپس
جاؤ، اللّٰہ کی قسم! میں انہیں تمہارے
حوالے کبھی نہیں کروں گا۔"

ماخذ: مسند أحمد 22498، درجہ:
حسن

حبشیوں کی اس مہربانی کو نبی ﷺ نے
فراموش نہیں کیا۔ آپ ﷺ نے مسلمانوں

کو نصیحت کی کہ جب تک وہ
خیرخواہی سے پیش آئیں، ان کے ساتھ
امن سے رہو۔ مدینہ کے علماء نے اس
ہدایت کو سنجیدگی سے اپنایا۔

ابو سکینہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے
ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

دَعُوا الْحَبَشَةَ مَا وَدَعُوكُمْ وَاتْرُكُوا التُّرْكَ
مَا تَرَكُوكُمْ

"حبشیوں کو چھوڑ دو جب تک وہ تمہیں چھوڑ دیں، اور ترکوں کو بھی چھوڑ دو جب تک وہ تمہیں چھوڑ دیں۔"

ماخذ: سنن أبي داود 4302، درجہ: حسن

فقیہ ابن رشد رحمہ اللہ نے اس بارے میں فرمایا:

عَنْ مَالِكٍ أَنَّهُ قَالَ لاَ يَجُوزُ ابْتِدَاءُ الحَبَشَةِ بِالْحَرْبِ وَلاَ التَّرْكُ ... وَقَدْ سُئِلَ مَالِكٌ عَنْ صِحَّةِ هَذَا الأَثرِ فَلَمْ يَعْتَرِفْ بِذَلِكَ لَكِنْ قَالَ لَمْ يَزَلِ النَّاسُ يَتَحَامَوْنَ غَزْوَهُم

امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا: "
حبشیوں یا ترکوں پر جنگ کا آغاز کرنا جائز نہیں... ان سے اس اثر (حدیث) کی صحت کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے اس کی تصدیق نہ کی،

لیکن کہا: 'لوگ ہمیشہ سے ان پر حملہ کرنے سے اجتناب کرتے رہے ہیں.'"

ماخذ: بدایة المجتهد 2/144

نبی ﷺ نے اپنے صحابہ کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا تاکہ وہ وہاں پناہ لے سکیں۔ اس کے بعد یہ تصور کرنا عقل و فطرت کے خلاف ہے

کہ نبی ﷺ ان ہی لوگوں پر بغیر کسی وجہ کے محض اس وجہ سے حملہ کریں کہ وہ عیسائی ہیں، گویا کہ آپ ﷺ نے ان کی خیرخواہی کا جواب خیانت سے دیا ہو۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ اس سے بہت بلند و برتر ہیں!

زیادہ معقول بات یہ ہے کہ حبشہ کی سلطنت میں اسلام کو پُرامن طریقے سے عمل کرنے کی آزادی تھی، لہٰذا ان پر حملے کا کوئی شرعی جواز نہیں تھا،

اگرچہ وہ شریعت اسلامی کے مطابق حکومت نہیں کرتے تھے۔

اسلام نے پُرامن اور دشمن غیر مسلموں میں واضح فرق کیا ہے۔ پُرامن غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک اور عدل و احسان کا حکم ہے، جبکہ دشمن غیر مسلموں کے ساتھ صرف اسی حد تک سختی کی جاتی ہے جو ان کی زیادتیوں کو روکنے کے لیے ضروری ہو۔

:شیخ عبدالرحمن السعدی لکھتے ہیں

فإن الكفار نوعان معرضون ومعارضون فالمعارض المحارب لله ورسوله القادح بالله وبدينه ورسوله أغلظ كفرا وأعظم فسادا

کفار دو قسم کے ہیں: ایک وہ جو بے " توجہی برتتے ہیں، اور دوسرے وہ جو اللّٰہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں، اللّٰہ، دین اور رسول کی توہین کرتے

ہیں۔ یہ زیادہ سخت کفر اور بڑا فساد ہے-"

1/154 ماخذ: القول السدید

جب قریش نے مدینہ پر حملے شروع کیے تو کئی مسلمانوں کے مکہ میں ایسے رشتہ دار یا دوست تھے جو مشرک ہونے کے باوجود جنگ میں شریک نہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کی اجازت بلکہ ترغیب دی-

اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں: میری والدہ (جو مشرکہ تھیں) نبی ﷺ کے زمانے میں صلح کے دوران میرے پاس آئیں، نیکی کی امید پر۔ میں نے نبی ﷺ سے پوچھا: "کیا میں ان سے صلہ رحمی کروں؟" آپ ﷺ نے فرمایا:

نَعَمْ

"ہاں۔"

ماخذ: صحیح البخاری 5978، درجہ: متفق علیہ

پھر اللّٰہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

لَّا يَنْهَىٰكُمُ ٱللَّهُ عَنِ ٱلَّذِينَ لَمْ يُقَـٰتِلُوكُمْ فِى ٱلدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُم مِّن دِيَـٰرِكُمْ أَن تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوٓا۟ إِلَيْهِمْ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلْمُقْسِطِينَ۔

إِنَّمَا يَنْهَىٰكُمُ ٱللَّهُ عَنِ ٱلَّذِينَ قَـٰتَلُوكُمْ فِى
ٱلدِّينِ وَأَخْرَجُوكُم مِّن دِيَـٰرِكُمْ وَظَـٰهَرُوا۟
عَلَىٰٓ إِخْرَاجِكُمْ أَن تَوَلَّوْهُمْ وَمَن يَتَوَلَّهُمْ
َفَأُو۟لَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلظَّـٰلِمُونَ

اللہ تمہیں ان لوگوں سے حسن سلوک "
کرنے اور ان سے انصاف کرنے سے نہیں
روکتا جنہوں نے تم سے دین کے معاملے
میں جنگ نہیں کی اور نہ تمہیں تمہارے
گھروں سے نکالا۔ اللہ انصاف کرنے
والوں کو پسند کرتا ہے۔

اللہ صرف ان لوگوں سے دوستی رکھنے سے روکتا ہے جنھوں نے تم سے دین کے معاملے میں جنگ کی، تمہیں گھروں سے نکالا، اور تمہارے نکالے جانے میں دوسروں کی مدد کی۔ اور جو ان سے دوستی رکھیں، وہی ظالم ہیں۔"

60: 8-9 سورة الممتحنہ

امام ابن کثیر نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

أي إنما ينهاكم عن موالاة هؤلاء الذين ناصبوكم بالعداوة فقاتلوكم وأخرجوكم وعاونوا على إخراجكم ينهاكم الله عن موالاتهم ويأمركم بمعاداتهم

" اللّٰہ تعالیٰ تمہیں صرف ان لوگوں کی دوستی سے منع فرماتا ہے جنہوں نے تم سے دشمنی کی، تم سے قتال کیا، تمہیں نکالا، اور تمہارے نکالے جانے میں مدد

کی۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ان سے دوستی
".سے روکتا اور دشمنی کا حکم دیتا ہے

8/119 ماخذ: تفسیر ابن کثیر

یہ اہم آیت اور اس سے اخذ شدہ حکم
.منسوخ نہیں ہوا

امام طبری نے ابتدائی مفسرین کے
:اقوال پر بحث کے بعد فرمایا

وأولى الأقوالِ في ذلك بالصَّوابِ قولُ مَن قال عُنِي بذلك لا يَنْهاكم اللّهُ عن الذين لم يُقاتِلوكم في الدينِ من جميعِ أصنافِ المللِ والأديانِ أن تبرُّوهم وتَصِلوهم وتُقسِطوا إليهم ... جميعَ مَن كان ذلك صفتَه فلم يَخْصُصْ به بعضًا دونَ بعضٍ ولا معنَى لقولِ مَن قال ذلك مَنْسُوخٌ

" صحیح ترین قول یہ ہے کہ اس آیت میں مراد وہ تمام اقسام کے غیر مسلم

ہیں جنھوں نے دین کے معاملے میں تم سے قتال نہیں کیا۔ تم ان سے نیکی کرو، صلہ رحمی کرو اور انصاف سے پیش آؤ... یہ حکم ان سب کے لیے ہے جن کی یہ صفت ہو، لہٰذا اسے بعض افراد تک محدود کرنا درست نہیں۔ اور جو کہتے ہیں کہ یہ منسوخ ہے، ان کا کہنا بے معنی ہے۔"

ماخذ: تفسير الطبري 22/574

امام قرطبی بھی فرماتے ہیں کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہوئی:

هَذِهِ الْآيَةُ رُخْصَةٌ مِنَ اللّٰهِ تَعَالَى فِي صِلَةِ الَّذِينَ لَمْ يُعَادُوا الْمُؤْمِنِينَ وَلَمْ يُقَاتِلُوهُمْ ... وَقَالَ أَكْثَرُ أَهْلِ التَّأْوِيلِ هِيَ مُحْكَمَةٌ

"یہ آیت ان لوگوں کے ساتھ تعلق قائم رکھنے کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے رخصت ہے جو مومنوں سے دشمنی نہیں رکھتے اور ان سے قتال نہیں کرتے...

اور اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ یہ آیت محکم ہے (منسوخ نہیں ہوئی)."

ماخذ: تفسير القرطبي 18/59

اور امام نے وضاحت کی کہ آیت میں یہ کہنا کہ "اللّٰہ تمہیں انصاف کرنے سے نہیں روکتا" کا مطلب یہ نہیں کہ کسی بھی حالت میں ظلم جائز ہے، بلکہ:

فَإِنَّ الْعَدْلَ وَاجِبٌ فِيمَنْ قَاتَلَ وَفِيمَنْ لَمْ يقاتل

" عدل ان لوگوں کے ساتھ بھی واجب ہے جو جنگ کرتے ہیں، اور ان کے ساتھ بھی جو جنگ نہیں کرتے".

ماخذ: تفسير القرطبي 18/59

فقہی مباحث سے ہٹ کر، جہاد کو اسلامی عقیدے اور اللہ تعالیٰ کی

صفاتِ رحمت کے ساتھ مربوط طور پر سمجھنا ضروری ہے۔ امن، رحمت، اور عدل—یہ تینوں اسلام کی بنیادی اقدار ہیں، جو خود اللّٰہ تعالیٰ کے اسماء و صفات میں جڑیں ہوئی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام کا عقیدہ اور اخلاق، شریعت سے بھی مقدم ہیں، اور انہی کی روشنی میں فقہاء اپنے احکام اور فتاویٰ طے کرتے ہیں۔

قرآن و سنت کی متعدد نصوص اس بات پر زور دیتی ہیں کہ اسلام کا مقصد امن اور رحمت ہے۔ مسلمانوں کے درمیان اور ان کے پڑوسیوں کے ساتھ رائج سلام کا جملہ ہے: "السلام علیکم ورحمة الله"—یعنی تم پر امن ہو اور اللّٰہ کی رحمت۔ قرآن نے تو اسلام کے لیے خود "سِلم" یعنی امن کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔

اللّٰہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱدْخُلُوا۟ فِى ٱلسِّلْمِ
كَآفَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا۟ خُطُوَٰتِ ٱلشَّيْطَـٰنِ ۚ إِنَّهُۥ
لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ

" اے ایمان والو! اسلام (امن) میں
پورے طور پر داخل ہو جاؤ اور شیطان
کے نقش قدم پر نہ چلو، یقیناً وہ تمہارا
کھلا دشمن ہے۔"

2:208 سورة البقره

صحابہ کرام اور سلف صالحین میں سے کئی حضرات نے اس آیت کی تفسیر میں "سِلم" سے مراد اسلام لیا ہے، جیسا کہ امام ابن کثیر لکھتے ہیں:

عن ابن عباس ومجاهد وطاوس والضحاك وعكرمة وقتادة والسدي وابن زيد في قوله ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ يعني الإسلام

"ابن عباس، مجاہد، طاؤس، ضحاک، عکرمہ، قتادہ، سدی اور ابن زید نے آیت 'اسلام میں داخل ہو جاؤ' کی تفسیر کرتے ہوئے کہا: 'سِلم' سے مراد اسلام ہے"۔

ماخذ: تفسیر ابن کثیر 1/422

اسلام کا مطلب صرف امن نہیں بلکہ اس سے زیادہ ہے، بلکہ اس کا بنیادی

مفہوم اللہ کی مرضی کے آگے سرتسلیم خم (استسلام) کرنا ہے۔ تاہم، اسلام اور "سِلم" (امن) ایک ہی لغوی مادّہ سے نکلے ہیں، جو اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ امن، اسلام کی روح کے ساتھ گہرا تعلق رکھتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی بہت سی تعلیمات اور صحابہ کرام کے اقوال اس حقیقت کو مزید واضح کرتے ہیں کہ امن صرف ایک اخلاقی قدر نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی

ایک صفت بھی ہے، اور ایک سچے مسلمان کی پہچان بھی یہی ہے کہ وہ غیر جارحیت والا (non-aggressive) ہو.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوتے تو زیادہ دیر نہ بیٹھتے مگر اتنا کہ فرماتے:

اللَّهُمَّ أَنْتَ السَّلاَمُ وَمِنْكَ السَّلاَمُ تَبَارَكْتَ ذَا الْجَلاَلِ وَالإِكْرَامِ

" اے اللّٰہ! تو ہی سلام ہے اور تجھ ہی سے سلامتی ہے۔ تو بڑی برکت والا ہے، اے جلال و عزت والے۔"

ماخذ: صحیح مسلم 592، درجہ: صحیح

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ السَّلَامَ اسْمٌ مِنْ أَسْمَاءِ اللَّهِ تَعَالَى وَضَعَهُ اللَّهُ فِي الْأَرْضِ فَأَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ

"بے شک سلام، اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک نام ہے، جسے اللہ نے زمین پر رکھا ہے، پس تم آپس میں سلام کو عام کرو"۔

ماخذ: الأدب المفرد للبخاري 989،

درجہ: صحیح

حضرت ابو ہریرہ رضی اللّٰہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللّٰہ ﷺ نے فرمایا:

المُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ النَّاسُ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ وَالمُؤْمِنُ مَنْ أَمِنَهُ النَّاسُ عَلَى دِمَائِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ

مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ "
سے لوگ محفوظ ہوں، اور مومن وہ ہے
جس پر لوگ اپنی جان اور مال کے
حوالے سے اعتماد کریں-"

ماخذ: سنن النسائي **4995**، درجہ:
صحیح

حضرت عبد اللّٰہ بن عمرو رضی اللّٰہ
عنہما سے روایت ہے: ایک شخص نے
پوچھا، "اے اللّٰہ کے رسول! کون سا

اسلام سب سے بہتر ہے؟" نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ سَلِمَ النَّاسُ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِه

" وہ شخص جس کی زبان اور ہاتھ سے لوگ محفوظ ہوں۔"

ماخذ: مسند أحمد 6753، درجہ: صحیح

ایک اور روایت میں آپ ﷺ نے اسی سوال کے جواب میں فرمایا:

تُطْعِمُ الطَّعَامَ وَتَقْرَأُ السَّلاَمَ عَلَى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِف

"تم کھانا کھلاؤ، اور جسے جانتے ہو یا نہ جانتے ہو، سب کو سلام کرو"۔

ماخذ: صحيح البخاري 28، درجہ: متفق علیہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللّٰہ عنہ سے
روایت ہے: رسول اللّٰہ ﷺ نے فرمایا:

لاَ تَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى تُؤْمِنُوا وَلاَ تُؤْمِنُوا
حَتَّى تَحَابُّوا أَوَلاَ أَدُلُّكُمْ عَلَى شَىْءٍ إِذَا
فَعَلْتُمُوهُ تَحَابَبْتُمْ أَفْشُوا السَّلاَمَ بَيْنَكُمْ

"تم جنت میں داخل نہیں ہو گے جب
تک ایمان نہ لاؤ، اور ایمان دار نہیں ہو
سکتے جب تک آپس میں محبت نہ کرو۔

کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں کہ اگر تم اسے کرو تو تم محبت کرنے لگو گے؟ آپس میں سلام کو عام کرو".

ماخذ: صحیح مسلم 54، درجہ: صحیح

ایک اور روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا:

وَأَفْشُوا السَّلامَ تَحَابُّوا وَإِيَّاكُمْ وَالبُغْضَةَ فَإِنَّهَا هِيَ الحَالِقَةُ لا أَقُولُ لَكُم تَحْلِقُ الشَّعْرَ وَلَكِنْ تَحْلِقُ الدِّينَ

"سلام عام کرو تو تم ایک دوسرے سے محبت کرنے لگو گے، اور بغض سے بچو، کیونکہ وہ مونڈ دینے والی چیز ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ وہ بال مونڈتی ہے، بلکہ وہ دین کو مونڈ ڈالتی ہے۔"

ماخذ: الأدب المفرد للبخاري 260،

درجہ: حسن

حضرت عبد اللّٰہ بن عمرو رضی اللّٰہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللّٰہ ﷺ نے فرمایا:

اعْبُدُوا الرَّحْمَنَ وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَأَفْشُوا السَّلاَمَ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلاَمٍ

"رحمٰن کی عبادت کرو، کھانا کھلاؤ، اور سلام کو عام کرو، تم جنت میں سلامتی سے داخل ہو گے۔"

ماخذ: سنن الترمذي **1855**، درجہ: صحیح

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أَفْشُوا السَّلاَمَ وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَكُونُوا إِخْوَانًا كَمَا أَمَرَكُمُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ

سلام کو عام کرو، کھانے کو کھلاؤ، "
اور بھائی بھائی بن جاؤ جیسا کہ اللّٰہ
تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے۔"

ماخذ: سنن ابن ماجه 3252، درجہ:
صحیح

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

أَفْشِ السَّلَامَ وَابْذُلِ الطَّعَامَ وَاسْتَحِ اللَّهَ اِسْتِحْيَاءَ رَجُلٍ ذِي هَيْبَةٍ مِنْ أَهْلِكَ

" سلام کو عام کرو، کھانا پیش کرو، اور اللہ سے ایسے شرم کرو جیسے اپنے گھر کے باوقار شخص سے شرم کی جاتی ہے۔"

ماخذ: مسند البزار 2642، درجہ: صحیح

براء بن عازب رضی اللّٰہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللّٰہ ﷺ نے فرمایا:

أَفْشُوا السَّلاَمَ تَسْلَمُوا

"سلام کو عام کرو تاکہ تم سلامتی پاؤ-"

ماخذ: الأدب المفرد للبخاري 787،

درجہ: حسن

ابو امامہ رضی اللّٰہ عنہ فرماتے ہیں:

أَمَرَنَا نَبِيُّنَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نُفْشِيَ السَّلَامَ

"ہمارے نبی ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم سلام کو عام کریں۔"

ماخذ: سنن ابن ماجہ 3693، درجہ: صحیح

درحقیقت، امن اسلام کی اتنی بنیادی قدر ہے کہ جب نبی کریم ﷺ مدینہ

تشریف لائے تو آپ کا پہلا خطبہ ہی
جنگ نہیں بلکہ سلام عام کرنے کی تلقین
پر مشتمل تھا۔

عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے: جب رسول اللہ ﷺ مدینہ
تشریف لائے تو لوگ آپ کی طرف دوڑ
پڑے، اور کہا گیا، "اللہ کے رسول ﷺ آ
چکے ہیں!" میں بھی لوگوں کے ساتھ
گیا، جب آپ ﷺ کے چہرے پر نظر پڑی
تو پہچان گیا کہ یہ کسی جھوٹے کا

چہرہ نہیں ہو سکتا۔ پھر سب سے پہلا کلام جو آپ ﷺ نے فرمایا، وہ یہ تھا:

أَيُّهَا النَّاسُ أَفْشُوا السَّلَامَ وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصَلُّوا وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ

"اے لوگو! سلام کو عام کرو، کھانا کھلاؤ، اور رات کو نماز پڑھو جب لوگ سوئے ہوں، تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔"

ماخذ: سنن الترمذي 2485، درجہ: صحیح

غور کیجیے، یہ اعلان اس وقت کیا گیا جب نبی ﷺ کو مکہ سے ہجرت پر مجبور کیا گیا، آپ کو قتل کی دھمکیاں دی گئیں، اور قریش کی طرف سے اعلانِ جنگ کے خطوط بھی موصول ہو چکے تھے۔ اس سب کے باوجود، کیا نبی ﷺ نے انتقام یا قتال کی دعوت دی؟

نہیں، بلکہ آپ ﷺ نے سکون اور نرمی سے امن کا پیغام دیا۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: "جب آپ بازار میں نہ خریدتے ہیں، نہ بیچتے ہیں، نہ کسی مجلس میں بیٹھتے ہیں تو پھر وہاں کیوں جاتے ہیں؟" ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

إِنَّمَا نَغْدُو مِنْ أَجْلِ السَّلاَمِ نُسَلِّمُ عَلَى مَنْ لَقِيَنَا

" ہم صرف سلام کے لیے جاتے ہیں، ہم جس سے بھی ملتے ہیں، اس کو سلام کرتے ہیں"۔

ماخذ: الموطأ للإمام مالك **3533**،

درجہ: صحیح

ابو امامہ رضی اللہ عنہ غیر مسلموں کو سلام کرتے اور فرماتے:

هِيَ تَحِيَّةٌ لأَهْلِ مِلَّتِنَا وَأَمَانٌ لأَهْلِ ذِمَّتِنَا

وَاسْمٌ مِنْ أَسْمَاءِ اللَّهِ نُفْشِيهِ بَيْنَنَا

" یہ ہمارے دین والوں کے لیے سلام ہے، ہمارے ذمیوں کے لیے امان ہے، اور اللّٰه کے اسماء میں سے ایک نام ہے جسے ہم آپس میں پھیلاتے ہیں۔"

ماخذ: التمهید 17/91

امام ابن عبد البر لکھتے ہیں:

وَرُوِيَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ وَأَبِي الدَّرْدَاءِ وَفَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ أَنَّهُمْ كَانُوا يَبْدَءُونَ أَهْلَ الذِّمَّةِ بِالسَّلَامِ...

" ابن مسعود، ابو درداء، اور فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ وہ اہلِ ذمہ کو سلام کرنے میں پہل کرتے تھے... ابن مسعود نے ایک اہلِ کتاب کو خط لکھا جس میں فرمایا: "(`السلام علیک´ (تم پر سلام ہو

ماخذ: التمہید 17/91

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

الرَّاحِمُونَ يَرْحَمُهُمْ الرَّحْمَنُ، ارْحَمُوا مَنْ فِي الأَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ

" جو رحم کرتے ہیں، ان پر رحمٰن رحم کرتا ہے۔ زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔"

ماخذ: سنن الترمذي 1924، درجہ: صحیح

یہ فرمان "زمین والوں پر رحم کرو"
تمام مخلوقات کو شامل کرتا ہے:
مسلمان، غیر مسلم، اور جانور۔

ابو موسیٰ اشعری رضی اللّٰہ عنہ سے
روایت ہے کہ رسول اللّٰہ ﷺ نے فرمایا:

لَنْ تُؤْمِنُوا حَتَّى تَحَابُوا، أَفَلا أَدُلُّكُمْ عَلَى
مَا تَحَابُونَ عَلَيْهِ؟

" تم مؤمن نہیں بنو گے جب تک ایک
دوسرے سے محبت نہ کرو۔ کیا میں

تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں جو تمہیں ایک دوسرے سے محبت دلائے؟"

صحابہ نے کہا: "ضرور، اے اللّٰہ کے رسول!"

آپ ﷺ نے فرمایا:

أَفْشُوا السَّلامَ بَيْنِكُمْ، فَوَالّذِي نُفْسِي بِيَدِهِ، لا تَدْخُلُونَ الجَنَّةَ حَتَّى تَرَاحَمُوا

" آپس میں سلام کو عام کرو، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان

ہے! تم جنت میں نہیں جاؤ گے جب تک آپس میں رحم نہ کرو۔"

صحابہ نے کہا: "ہم تو سب رحم دل ہیں!"

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّهُ لَيْسَ بِرَحْمَةِ أَحَدِكُمْ خَاصَّتَهُ، وَلَكِنْ رَحْمَةُ العَامَّةِ

" یہ صرف تمہارے اپنے لوگوں کے ساتھ رحم نہیں ہے، بلکہ یہ سب کے لیے عام رحم ہے".

ماخذ: السنن الکبری للنسائي 5760،

درجہ: صحیح

:عمار بن یاسر رضی اللّٰہ عنہ نے فرمایا

ثلاثٌ مَنْ جَمَعَهُنَّ جَمَعَ الإِيمَانَ: الإِنْصَافُ مِنْ نَفْسِكَ، وَالإِنْفَاقُ مِنَ الإِقْتَارِ، وَبَذْلُ السَّلاَمِ لِلعَالَمِ.

" جس شخص میں یہ تین صفات جمع ہو جائیں، اس نے ایمان کو مکمل کر لیا:

(1) اپنے نفس سے انصاف،

(2) تنگی کے باوجود صدقہ دینا،

(3) اور تمام دنیا والوں کو سلام پیش کرنا۔"

ماخذ: مصنف ابن أبي شيبة 30440،

درجہ: صحیح

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی بعثت کو تمام جہانوں کے لیے رحمت قرار دیا:

وَمَآ أَرْسَلْنَـٰكَ إِلاَّ رَحْمَةً لِّلْعَـٰلَمِينَ

"اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر".

سورة الأنبياء 21:107

ابو ہریرہ رضی اللّٰہ عنہ سے روایت ہے
کہ رسول اللّٰہ ﷺ نے فرمایا:

غُفِرَ لاِمْرَأَةٍ مُومِسَةٍ... فَنَزَعَتْ لَهُ مِنَ
الْمَاءِ فَغُفِرَ لَهَا بِذَلِك

" ایک فاحشہ عورت کو بخش دیا گیا۔
وہ ایک کنویں کے کنارے ہانپتے ہوئے
کتے کے پاس سے گزری، جسے پیاس نے
ہلاک کر ڈالا تھا۔

اس عورت نے اپنا موزہ اتارا، اسے اپنی چادر سے باندھا، اور پانی نکال کر کتے کو پلایا۔

اللہ تعالیٰ نے اس پر رحم فرمایا اور اس عورت کو اس عمل کی وجہ سے بخش دیا"۔

ماخذ: صحيح البخاري **3321**، درجہ: متفق علیہ

معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: میں نے عرض کیا:

" اے اللّٰہ کے رسول! میں بکری کو ذبح کرنے لگا، لیکن مجھے اس پر رحم آ گیا۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

فَإِنْ رَحِمْتَهَا رَحِمَكَ اللَّهُ

" اگر تم نے اس پر رحم کیا تو اللّٰہ بھی تم پر رحم فرمائے گا۔"

ماخذ: شعب الإيمان للبيهقي 10557،

درجہ: صحیح

شرید بن سوید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ قَتَلَ عُصْفُورًا عَبَثًا عَجَّ إِلَى اللَّهِ...

" جو شخص کسی چڑیا کو بے فائدہ مار ڈالے،

تو وہ قیامت کے دن اللہ سے فریاد کرے گی:

‘ اے میرے رب! اس نے مجھے ناحق قتل کیا،

نہ کہ کسی فائدے کے لیے’."

ماخذ: صحیح ابن حبان **5894**، درجہ: جید

علمائے حدیث نے اس قسم کی احادیث کو جہاد کے مفہوم سے مربوط سمجھا ہے-

جب یہ سوال اٹھا کہ کیا مسلمانوں کو بدلے میں مشرکوں کو جلا دینا جائز ہے؟

تو امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک حدیث نقل کی جس میں اللہ تعالیٰ ایک نبی

کو تنبیہ فرماتے ہیں کیونکہ انہوں نے چیونٹی کے کاٹنے پر ساری بستی کو جلا دیا تھا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"نَمْلَةٌ قَرَصَتْ نَبِيًّا، فَأَمَرَ بِقَرْيَةِ النَّمْلِ فَأُحْرِقَتْ، فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَيْهِ: أَفِي أَنْ قَرَصَتْكَ نَمْلَةٌ أَهْلَكْتَ أُمَّةً تُسَبِّح؟"

"ایک نبی کو چیونٹی نے کاٹا، تو انہوں نے چیونٹیوں کی پوری بستی کو جلا دینے کا حکم دیا.

اللہ نے ان کی طرف وحی بھیجی: کیا صرف ایک چیونٹی کے کاٹنے پر تم نے ایک ایسی قوم کو ہلاک کر دیا جو تسبیح کرتی تھی؟"

ماخذ: صحيح البخاري **3019**، درجہ: متفق علیہ

اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر چیونٹیوں جیسے معمولی جانداروں پر اجتماعی سزا دینا قابل ملامت ہے،

تو انسانوں کے ساتھ ایسا کرنا بدرجہ اولیٰ زیادہ قابل ملامت ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ نے کبھی بھی بے گناہوں کو دوسروں کے جرائم کی بنیاد پر سزا دینے کی اجازت نہیں دی،

جس سے عرب کے خونریز انتقامی کلچر کا خاتمہ کیا گیا۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ، وَلَا يُؤْخَذُ الرَّجُلُ بِجَرِيرَةِ أَبِيهِ، وَلَا بِجَرِيرَةِ أَخِيه"

" میرے بعد کفر کی طرف نہ لوٹ جانا، کہ تم ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔

نہ ہی کوئی آدمی اپنے باپ یا بھائی کے جرم میں پکڑا جائے".

ماخذ: سنن النسائي **4127**، درجہ: صحیح

یہ اور دیگر نصوص ہمیں یاد دلاتی ہیں کہ فقہی مباحث کے پیچھے رسول اللہ ﷺ کا مشن

'تمام جہانوں کے لیے رحمت' کی روشنی میں جنگ و قتال کا نظریہ تشکیل پاتا ہے.

لہٰذا مسلمانوں پر لازم ہے کہ جب بھی دشمن امن کی پیشکش کرے، اور وہ واقعی مخلص ہو،

تو اس پیشکش کو قبول کریں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"فَإِنِ ٱعْتَزَلُوكُمْ فَلَمْ يُقَـٰتِلُوكُمْ وَأَلْقَوْا۟ إِلَيْكُمُ ٱلسَّلَمَ فَمَا جَعَلَ ٱللَّهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيلًۭا"

" پھر اگر وہ تم سے کنارہ کشی اختیار کریں، اور تم سے جنگ نہ کریں،

اور تمہاری طرف صلح کا پیغام دیں، تو اللّٰہ نے تمہیں ان پر کوئی (حملے کا) راستہ نہیں دیا۔"

سورة النساء 4:90

اسی طرح اللّٰہ نے فرمایا:

" وَإِن جَنَحُواْ لِلسَّلۡمِ فَٱجۡنَحۡ لَهَا وَتَوَكَّلۡ عَلَى ٱللَّهِۚ إِنَّهُۥ هُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلۡعَلِيمُ"

" اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں، تو
تم بھی اس کی طرف مائل ہو جاؤ،

اور اللہ پر بھروسہ رکھو۔ بے شک وہ
خوب سننے والا، جاننے والا ہے۔"

سورة الأنفال 8:61

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" إِنَّهُ سَيَكُونُ بَعْدِي اخْتِلاَفٌ أَوْ أَمْرٌ، فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَكُونَ السِّلْمَ فَافْعَل"

" میرے بعد اختلاف یا کچھ حالات پیدا ہوں گے،

تو اگر تم صلح کا ذریعہ بن سکتے ہو تو ضرور بنو۔"

ماخذ: مسند أحمد 695، درجہ: صحیح

کلاسیکی فقہاء نے قرآن و سنت کی روشنی میں

غیر مسلموں کے ساتھ امن قائم رکھنے کے کئی اصول اخذ کیے.

امام ماوردي رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" اعْلَمْ أَنَّ مَا تُحْقَنُ بِهِ دِمَاءُ الْمُشْرِكِينَ يَنْقَسِمُ أَرْبَعَةَ أَقْسَامٍ: هُدْنَةٌ وَعَهْدٌ وَأَمَانٌ وَذِمَّةٌ"

" جان لو کہ مشرکین کا خون جن بنیادوں پر محفوظ ہو سکتا ہے وہ چار قسمیں ہیں:

،(جنگ بندی (ہدنہ (1)

،(معاہدہ (عہد (2)

،امان (3)

اور ذمہ (اسلامی ریاست کی (4)

"(شہریت یا حفاظت میں ہونا

14/296 ماخذ: الحاوي الكبير

،قرآن کی ہدایت کے مطابق

نبی کریم ﷺ نے دشمنوں کو اس وقت چھوڑ دیا جب انہوں نے مسلمانوں پر حملہ بند کرنے کا وعدہ کیا،

تاکہ اسلام کی رحمت و کرم کا مظاہرہ ہو۔

اللّٰہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ ٱلْمُشْرِكِينَ ٱسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّىٰ يَسْمَعَ كَلَـٰمَ ٱللَّهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُۥ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُونَ"

"اگر کوئی مشرک تم سے پناہ مانگے،

تو اُسے پناہ دو تاکہ وہ اللّٰہ کا کلام سن لے،

پھر اُسے اس کے محفوظ مقام تک پہنچا دو۔

یہ اس لیے کہ وہ ایسی قوم ہے جو نہیں جانتی۔"

9:6 سورة التوبہ

اللہ تعالیٰ نہ صرف اپنے دشمنوں کے لیے توبہ کا دروازہ کھلا رکھتا ہے، بلکہ ان کی جہالت کو بھی عذر کے طور پر قبول کرتا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے احد کے دن اس وقت دعا کی جب آپ کا چہرہ زخمی ہو گیا:

َاللَّهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِي فَإِنَّهُمْ لا يَعْلَمُون

"اے اللہ! میری قوم کو بخش دے، کیونکہ وہ نہیں جانتے۔"

ماخذ: صحیح ابن حبان 973، درجہ: حسن

ایک واقعے میں، ایک مشرک نے رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کی نیت سے چھپ کر حملہ کیا،

لیکن تلوار رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ لگ گئی۔

آپ ﷺ نے اس پر تلوار تان کر اسلام قبول کرنے کی دعوت دی، مگر اس نے انکار کر دیا۔

پھر اس نے کہا:

أُعَاهِدُكَ عَلَى أَنْ لاَ أُقَاتِلَكَ وَلاَ أَكُونَ مَعَ قَوْمٍ يُقَاتِلُونَكَ

"میں آپ سے عہد کرتا ہوں کہ نہ تو آپ سے جنگ کروں گا، اور نہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گا جو آپ سے جنگ کریں"۔

رسول اللہ ﷺ نے اس کی بات قبول کر لی اور اسے آزاد کر دیا۔

جب وہ اپنے قبیلے میں واپس گیا تو اس نے اعلان کیا:

جِئْتُكُمْ مِنْ عِنْدِ خَيْرِ النَّاس

"میں تمہارے پاس بہترین انسان کے پاس سے آیا ہوں!"

ماخذ: مسند أحمد **15190**، درجہ: صحیح

رسول اللہ ﷺ کا مقصد اسے قتل کرنا نہ تھا، بلکہ وہ چاہتے تھے کہ وہ ہدایت پا لے۔

اسے آزاد کرنے کی حکمت یہ تھی کہ وہ اپنے قبیلے میں جا کر آپ ﷺ کے اخلاق و رحمت کا چرچا کرے،

جو آپ ﷺ کی عظمت کو پھیلائے،

اور ممکن ہے کہ اس کے ذریعے دوسرے دل بھی اسلام کی طرف مائل ہو جائیں۔

عملی طور پر، بہت سے فقہاء نے امن

معاہدوں کو زیادہ سے زیادہ دس سال

تک محدود رکھا،

جیسا کہ اُس وقت کی بین الاقوامی

روایت تھی۔

لیکن بعض اہل علم نے کسی مدت کی

قید کے بغیر بھی دائمی امن معاہدے کو

جائز قرار دیا،

جس پر آج اکثر مسلم ممالک عمل کر

رہے ہیں۔

امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا:

تَجُوزُ مُهَادَنَةُ الْمُشْرِكِينَ السَّنَةَ وَالسَّنَتَيْنِ وَالثَّلَاثَ وَإِلَى غَيْرِ مُدَّةٍ

"مشرکین کے ساتھ ایک سال، دو سال، تین سال یا بغیر کسی مدت کے بھی صلح کرنا جائز ہے۔"

ماخذ: تفسیر القرطبی 8/41

اسلام میں کسی مستقل امن معاہدے کی ممانعت نہیں،

بشرطیکہ مسلمانوں کی آزادی، سلامتی
اور بےگناہوں کی جان و مال محفوظ
ہو۔

امن، صلح اور مصالحت کے تمام راستے
اختیار کرنا لازم ہے،

اور جو بھی معاہدہ، وعدہ یا صلح طے
ہو جائے،

اس کی مکمل پاسداری فرض ہے۔

اس میں کسی قسم کی خیانت، سیاسی سازش، جھوٹا وعدہ یا یکطرفہ معاہدہ توڑنا

،سخت ترین گناہ ہے

جس پر قیامت کے دن اللّٰہ تعالیٰ اور تمام مخلوق کی طرف سے لعنت ہوگی۔

عبد اللّٰہ بن عمر رضی اللّٰہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللّٰہ ﷺ نے فرمایا:

إِذَا جَمَعَ اللَّهُ الأَوَّلِينَ وَالآخِرِينَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرْفَعُ لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ فَقِيلَ هَذِهِ غَدْرَةُ فُلاَنِ بْنِ فُلاَنٍ

" جب قیامت کے دن اللّٰہ تمام اولین و آخرین کو جمع کرے گا،

تو ہر غدار کے لیے ایک جھنڈا بلند کیا جائے گا،

اور کہا جائے گا: یہ فلاں ابن فلاں کی خیانت ہے۔"

ماخذ: صحیح البخاری 6178، درجہ: متفق علیہ

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

الْإِيمَانُ قَيَّدَ الْفَتْكَ لَا يَفْتِكُ مُؤْمِنٌ

"ایمان نے خفیہ قتل کو روک دیا ہے، مؤمن خفیہ قتل نہیں کرتا۔"

ماخذ: سنن أبي داود **2769**، درجہ: صحيح لغيره

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لاَ إِيمَانَ لِمَنْ لاَ أَمَانَةَ لَهُ وَلاَ دِينَ لِمَنْ لاَ عَهْدَ لَهُ

"اس شخص کا ایمان نہیں جس میں امانت نہیں،

اور اس کا دین نہیں جو وعدہ پورا نہ کرے."

ماخذ: مسند أحمد 12383، درجہ: حسن

یہ اصول اس قدر سخت ہیں کہ

اگر کسی معاہدے پر قائم رہنے سے

مسلمانوں کو وقتی نقصان بھی ہو،

تب بھی اس کی پاسداری ضروری ہے۔

ایک واقعے میں امیر معاویہ رضی اللّٰہ

عنہ اور رومیوں کے درمیان صلح کا

معاہدہ تھا۔

معاویہ اپنی فوج کے ساتھ رومی سرحد

کی طرف پیش قدمی کر رہے تھے

تاکہ جیسے ہی معاہدے کی مدت ختم ہو، وہ اچانک حملہ کر سکیں۔

اسی دوران ایک سوار گھوڑے پر آیا اور بلند آواز سے نعرہ لگایا:

"اللہ سب سے بڑا ہے! اللہ سب سے بڑا ہے! وفاداری ہو، خیانت نہ ہو"

امیر معاویہ نے اسے بلایا اور پوچھا۔

اس شخص نے کہا کہ اس نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

مَنْ كَانَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ قَوْمٍ عَهْدٌ فَلاَ يَحُلَّنَّ عَهْدًا وَلاَ يَشُدَّنَّهُ حَتَّى يَمْضِيَ أَمَدُهُ أَوْ يَنْبِذَ إِلَيْهِمْ عَلَى سَوَاءٍ

"جس کا کسی قوم کے ساتھ معاہدہ ہو،

وہ نہ اسے توڑے اور نہ ہی سختی کرے

جب تک کہ معیاد پوری نہ ہو جائے یا

برابری کی بنیاد پر معاہدہ ختم نہ کر

دے۔"

ماخذ: سنن الترمذی **1580**، درجہ: صحیح

چنانچہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے
اپنی فوج واپس بلالی۔

معاہدے کی مدت ختم ہونے سے پہلے
فوج بھیجنا خود ناجائز جنگی اقدام
تھا،

اور اچانک حملہ

مستقبل میں کسی بھی مصالحت یا امن
کی امید کو تباہ کر دیتا۔

لہٰذا خلیفہ نے اپنی غلطی تسلیم کی

اور اسلام کی ابدی اقدار پر وفاداری کو عارضی عسکری فائدے پر ترجیح دی۔

سلف صالحین دشمن سے زیادہ اپنے گناہوں سے خوف کھاتے تھے،

کیونکہ گناہ اللّٰہ کی مدد چھین لیتے ہیں۔

اس بارے میں خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے تھے:

وَلا تَكُنْ فِي شَيْءٍ مِنْ عَدَاوَةِ عَدُوِّكَ أَشَدَّ احْتِرَاسًا لِنَفْسِكَ وَمَنْ مَعَكَ مِنْ مَعَاصِي اللّٰهِ

فَإِنَّ الذُّنُوبَ أَخْوَفُ عِنْدِي عَلَى النَّاسِ مِنْ مَكِيدَةِ عَدُوِّهِمْ

" دشمن کی دشمنی سے کہیں زیادہ اپنے اور اپنی قوم کے گناہوں سے بچاؤ کی فکر کرو،

کیونکہ میرے نزدیک

لوگوں کے گناہ دشمن کی سازش سے بھی زیادہ خطرناک ہیں"۔

5/302 ماخذ: حلیۃ الأولیاء

ہر حال میں، چاہے جنگ سے پہلے ہو یا جنگ کے دوران،

اسلام نے ہر قسم کے جنگی جرائم اور ظلم و زیادتی کو سختی سے ممنوع قرار دیا ہے،

تاکہ خونریزی، تباہی، مذہبی ظلم، اور انسانی تکلیف کو

زیادہ سے زیادہ حد تک کم کیا جا سکے۔

شیخ وہبہ الزحیلی، جو اسلامی قانون کے ایک بین الاقوامی سطح پر معروف ماہر ہیں،

انہوں نے مسلح جہاد کے اصولوں کا خلاصہ ان الفاظ میں بیان کیا:

شرع القتال في سبيل الله لرد > العدوان وحماية الدعوة وحرية الدين الإلهي،

كان تشريع القتال متصفًا بالعدل والحق،

فهو لا اعتداء فيه على أحد،

ولا يتجاوز فيه ما تقتضيه الضرورة الحربية،

وليس الهدف منه التدمير والتخريب ولا الإرهاب المجرد.

فلا يُقتل غير المقاتلين، ولا تُقتل النساء والصبيان،

ونحوهم من الرهبان والعجزة والمرضى والشيوخ،

ولا تُقطع الزروع والثمار، ولا تُذبح الحيوانات إلا لمأكلة،

كما جاء في الوصايا النبوية ووصايا

الخلفاء الراشدين.

لم يكن القتال لإكراه الناس على اعتناق

الإسلام،

فذلك منفي أصلاً في شريعة القرآن.

اللّٰہ کے راستے میں قتال اس لیے " >

مشروع کیا گیا کہ ظلم و زیادتی کا

دفاع کیا جائے،

دعوتِ دین اور دینِ الٰہی کی آزادی کی حفاظت کی جائے۔

قتال کا حکم عدل و حق پر مبنی ہے،

جس میں کسی پر زیادتی نہیں کی جاتی،

اور جنگی ضرورت سے تجاوز نہیں کیا جاتا۔

اس کا مقصد نہ تباہی ہے، نہ تخریب، نہ محض دہشت گردی۔

غیر جنگجو لوگوں کو قتل نہیں کیا جائے گا،

نہ عورتوں، بچوں، راہبوں، بوڑھوں، مریضوں اور کمزوروں کو۔

فصلیں اور پھلدار درخت نہ کاٹے جائیں،

جانور صرف کھانے کے لیے ذبح کیے جائیں،

جیسا کہ نبی کریم ﷺ کی وصیتوں اور خلفائے راشدین کی ہدایات میں آیا ہے۔

قتال کا مقصد لوگوں کو زبردستی

اسلام میں داخل کرنا نہیں ہے،

کیونکہ یہ بات خود قرآن کی شریعت

میں قطعی طور پر رد کی گئی ہے۔"

2/183 ماخذ: التفسیر المنیر

آخر میں،

جہاد اسلام میں ایک وسیع مفہوم

رکھتا ہے،

جس میں روحانی اور فوجی دونوں

پہلو شامل ہیں۔

روحانی جہاد — جو اپنے نفس کو پاک

کرنے کی کوشش ہے —

علماء کے نزدیک "اکبر جہاد" (بڑا

جہاد) شمار ہوتا ہے

اور سب سے اہم ہے۔

جبکہ ظاہری یا "اصغر جہاد" (چھوٹا جہاد)

اس کے باوجود مسلمانوں پر ایک لازمی فرض ہے،

تاکہ وہ

اپنے ممالک کا دفاع کریں،

مظلوموں کو نجات دیں،

اور ان رکاوٹوں کو دور کریں

جو لوگوں کو اسلام کو اپنی مرضی سے قبول کرنے سے روک رہی ہوں۔

اسلام میں جہاد کے اصول و ضوابط
واضح طور پر

درج ذیل امور کو سختی سے ممنوع
قرار دیتے ہیں:

عام شہریوں کو قتل کرنا،

بغیر شرعی جواز کے جنگ شروع کرنا،

دشمن سے دھوکہ دہی یا عہد شکنی کرنا۔

یقیناً کامیابی اللہ ہی کی طرف سے ہے،

اور اللہ بہتر جانتا ہے۔